بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

...اِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ۝

بے شک جن لوگوں نے اللہ کی کتاب کے متن میں اختلاف کیا وہ سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

اَلۡقُرۡاٰنُ الۡعَظِیۡمُ

وَالتَّحۡرِیۡفُ

بِالرَّوَایَاتِ وَالۡقِرَاءَاتِ

محمد عصمت ابو سلیم

محمد سعید چودھری

☆

سر سید میموریل لائبریری، لاہور

القرآن العظیم

والتّحریف بالرّوایات والقراءات

علامہ محمد عَصمت ابوسلیم
محمد سعید چودہری

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم o

تحفّظ قراٰن کریم کی بے مثال انسانی جدو جہد۔

قراٰن کریم دنیا کی واحد کتاب ہے، جس کی حفاظت کا باللفظ زبانی حفظ، اور لفظ بہ لفظ تحریر کا اتنا زبردست انتظام اور اہتمام کیا گیا، جس کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے۔

پھر رمضان کی تراویح میں سالانہ اس کا حفظ سننا اور سنانا مزید ہے۔

یہ غیر معمولی انتظامات دیکھیے،

جو دنیا کی کسی مذہبی یا غیر مذہبی کتاب کے لیے، خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں،

آج تک نہیں کیے گئے،

اور دشمن کی جسارت دیکھیے،

کہ غیر متواتر روایات کے ذریعہ اختلاف قراءات،

اور ترتیب نزول کے فتنے کھڑے کیے گئے۔

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضرت محمد خاتم النبیّین صَلَّی اللّٰہ عَلیہ وَ سَلَّم کے براہ راست شاگرد، صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنھم کے متفقہ مصحف کے مقابلہ میں ترتیب نزول

اور اختلاف قراءات کے نام پر کئی مختلف متن مصاحف کی نشر و اشاعت کے لیے زور شور سے کام شروع کر دیا، غیر ملکی زر مبادلہ کے وافر فنڈ مختص کیے گئے۔

بہت سے نادان شعوری یا غیر شعوری طور پر اس قران مخالف تحریک کے آلۂ کار بن گئے۔

بدقسمتی سے جب اس تحریک کے اثرات مغرب اور بعض قوم پرست عربوں سے ہوتے ہوئے، پاکستان تک پہونچے اور لاہور کے رشدیوں نے اس کا جھنڈا اٹھایا تو پاکستانی مسلمان تلملا گئے۔ آخر حکومت کو توجہ دینا پڑی اور اس کے احتسابی اقدامات کے نتیجہ میں رشدیوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

تحفظ قران کریم کی اس جد و جہد میں جو سعید روحیں آگے آئیں ان میں مرحوم محمد عصمت ابو سلیم اور ڈاکٹر محمد سعید چودہری بھی شامل تھے۔ پیش نظر مجموعہ بھی اسی دور کی باقیاتِ صالحات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے، اور حق پسندوں کو مستفید فرمائے۔

محمد طاہر

(صدر قرآنی مرکز و دار الموطا، کراچی)

قرآن کریم سب کے لیے!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ

وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا

اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ

وَلَایُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ

وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُاالضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی

وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَۃِ فَمَآ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ○

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ

وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ○

(البقرۃ2:176-174)

ترجمة

اللہ کے نام سے جو رحمٰن، جو رحیم۔

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں،

جو اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا ہے،

اور اس چھپانے کے عوض میں حقیر معاوضہ قبول کرتے ہیں،

یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ ہی بھرتے ہیں۔

ان لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ تو کلام کرے گا،

اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔ ان کے لیے بس عذاب دردناک ہے۔

یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت اور مغفرت چھوڑ کر گمراہی اور عذاب کا سودا کیا۔

دوزخ کے معاملہ میں انکی ڈھٹائی اور جرأت پر حیرت ہے!

یہ اس لیے کہ اللہ نے اپنی کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے۔

اور جو لوگ اللہ کی کتاب کے **متن** میں اختلاف کرتے ہیں،

وہ سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

(البقرة2:176-174)

هدیة

دنیاو ما فیہا کی افضل ترین معیّت !

نبی اکرم خَا تَمُ النَّبِیّنْ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

زوجة الرّسول امّاں خدیجة الکبریٰ ؓ،

اور رسول اللہ کے صدیق الحبیب ابوبکر صدیق ؓ،

کے حضور

جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی کتاب قران حکیم کو پڑھا اور لکھا

اور تحسین وآفرین! ہر سعادت مند کے لیے

جس نے قران کریم کو ہم تک مکمل غیر متبدل حالت میں پہنچانے کی

اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں حصہ لیا!

اور دل وجان سے اس بات کی شہادت دی!

کہ رسولُ اللہ نے امت تک قران کریم پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

(رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ)

اور ہم پناہ میں آتے ہیں!

اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّت کی!

ائمہ اختلافات قرأت، نام نہاد شیوخ القرآن،

اختلاف پسند شیوخ الاحادیث،

کے قرآن مخالف اعمال سے، جنہوں نے

اس دنیا کی افضل ترین معیّت!

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زوجہ رسول خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ،

اور خلیفۃ الرسول الراشد المہدی ابوبکر صدیق، رضی اللہ عنہ

کا سب سے پہلے قرآن لکھنا، روایت کرنا مناسب نہیں سمجھا،

اور تحریف پارٹی کے مطلب کی روایات نقل کرتے

امت کو دارالبوار تک لے آئے، جہاں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

...اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَالْبَوَارِ ○

جَھَنَّمَ یَصْلَوْنَھَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ○(ابرٰھیم 14:29-28)

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ نُوۡرُھُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَبِاَیۡمَانِھِمۡ
یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ o

(التحریم 8:66)

محمد عصمت ابوسلیم

(Jan.2nd,1931-Nov.22nd,2010)

قارئین کرام! اس کتاب کی بنیاد، استاد محترم کا ایک مقالہ، ''قران کریم اور خود ساختہ اختلاف قراءات'' ہے۔ اس مقالہ کا تعارف، تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ م بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ ! آپ کے خصوصی مطالعہ کے لیے پیش خدمت۔

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ !

مقالہ ''قران کریم اور خود ساختہ اختلاف قراءات''، استاذی محترم علامہ محمد عصمت ابو سلیم رحمت اللہ علیہ نے چند دوستوں کی فرمائش پر لکھا اور مسودہ وفات سے کچھ عرصہ پہلے راقم الحروف کو اس خواہش کے ساتھ عنایت فرمایا کہ ہم دونوں اسے مکمل کریں گے۔

اختلاف پیدا کرنا یا اچھالنا اچھی بات نہیں، مگر دشمن انسانی سطح پر سوچتا ہے نہ ہی عمل کرتا ہے۔ اختلاف قراءات تحریف پارٹی کی جانب سے خصوصی مقاصد کے تحت عمداً پیدا کیا گیا اور بہت محنت، سرمایہ اور دہشت گردی کے زور پر خوب پھیلایا گیا، اور پھیلایا جا رہا ہے۔

اپنے اپنے وقت پر آلہ کار بننے والے ائمہٴ اختلافات، نام نہاد شیوخ القران، دورخ شیوخ الاحادیث اور سبعہ رخ مقری حضرات نے بھی اس میں خوب حصہ لیا۔

روزی روٹی اور **تن آسانی** کے لیے عمداً اختلاف پھیلانے والوں کے ساتھ دلائل اور بحث وتمحیص سے اختلاف کو دور کرنا، بہت ہی مشکل دکھائی دیتا ہے۔ مگر اللہ کی رحمت اور ہدایت مستقل مزاج قدم بڑھانے والوں کے لیے موجود رہتی ہے۔

لاریب کہ تمسک بالقران سے ہر طرح کے دینی اختلافات بآسانی ختم کیے جاسکتے ہیں۔

میرا فہم یہ ہے کہ اگر دین کے کسی معاملہ میں **اختلاف** موجود ہے، مثال کے طور پر نماز میں

رفع الیدین کا اختلاف مشہور ہے،تواس بات میں قران کریم نے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ علماء کا ایک گروہ اپنے مقتدین کو لے کر علیحدہ ہو جائے اور رفع الیدین کرتا پھرے اور دوسرا، اپنے مقلدین کیساتھ رفع الیدین نہ کرتے ہوئے علیحدہ شناخت بنائے۔ اور مزید یہ کہ دونوں بزعم خویش خود کو مسلمان سمجھنے والے گروہ ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثوں اور لڑائی جھگڑوں میں مصروف ہو کر **فساد فی الارض** کے شراکت دار بن بیٹھیں۔ کتابیں لکھنے پر آ جائیں تو لائبریریوں میں جگہ کم پڑ جائے اور پڑھنے والوں کے لیے مشکل صورت حال بن جائے۔ محض فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر پڑھنے پڑھانے کے لیے کتابوں کی شکل میں بسیار ربار خر موجود اند۔

یہ سب **لا یعنی**، غیرِ اسلام گمراہی اور **فرقہ بندی** ہے۔ علماء کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مل بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ رفع الیدین کرنا ہے یا نہیں۔ اسے ہی اسلام کہا جائے گا۔ غیرِ اسلام صورت حال میں نہ اسلام ہوگا اور نہ کوئی مسلمان! دس بیس یا سو پچاس علماء کا اجماع کام نہیں دے سکا، بالآخر ایک دن ایسے فیصلوں کے لیے مسلمانوں کو اللہ کے نام پر مل بیٹھنا ہوگا، اور اجتماعی سطح پر ایک فیصلہ کرنے والی اتھارٹی کو قائم کرنا اور اس کے فیصلوں کو دل سے تسلیم کرنا ہوگا۔

قارئین کرام! دین میں **اختلافات** کے بارے میں اسلام اور اس کے مقابلہ میں **غیرِاسلام** کا نقطۂ نظر من وعن اختلافاتِ قراءات پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ یہاں بھی اس بات کی گنجائش قران کریم نے نہیں چھوڑی کہ پہلے اختلاف قرأت پر مبنی روایات وضع کی جائیں، پھر ہر ایک اختلاف علیحدہ امام بنا کر اس سے **منسوب** کر دیا جائے۔ ان

اختلافات کوخدا کی رحمت سمجھا جائے ، بیرونی وسائل کے زور پر انہیں پھیلایا جائے اور سب سے بڑا مذاق یہ کہ خود ساختہ ہزارہا اختلافات کے ساتھ امت میں وحدت اور یکجائی کی باتیں کی جائیں، مقالے لکھے جائیں اور کانفرنسوں کا انتظام کیا جائے۔ اسے **غیرِ اسلام گمراھی** (البقرۃ 176:2) اور **تفرقہ بازی** تو کہا جاسکتا ہے اسلام نہیں۔

قارئین کرام! اگر اختلافِ امت **رحمت** ہے،

تو کیا اتفاق اور اتحادِ امت **زحمت** ہے؟

نہیں! ہرگزنہیں!

اگر اختلافِ امت رحمت ہے، تو جناب!

اتفاق اور اتحادِ امت، اختلافِ امت سے بڑی رحمت ہے۔

ہمیں اتفاق اور اتحادِ امت کی بات کرنا ہوگی اور اتفاق اور اتحادِ امت کا راستہ اپنانا ہوگا، چاہے شیوخ الاحادیث کو یہ اچھا نہ لگے۔

میری قابل احترام سعید روح شیوخ القرآن، شیوخ الاحادیث، اور معزز مقری حضرات سے گزارش ہے کہ آج ابھی سرخرو ہونے کا وقت ہے۔ **اختلافات** اور **فرقہ بندی** کے

ساتھ وقت پہلے ہی بہت گزر چکا ہے اور مزید بھی گزر جائے گا۔ہوسکتا ہے اختلافات میں مفادات دکھائی دیں،مگر مقدر محض دارالبوار،جہاں کوئی پوچھنے والا نہیں ،ہر طرح کی تباہی مزید ہوگی۔

جن احباب نے علامہ **محمد عصمت ابوسلیم** رحمت اللہ علیہ سے بالمشافہ استفادہ کیا ہے وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر اللہ اور رسول کے رضا کار تھے،انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔دوستی خوب نبھاتے تھے۔لاہور میونسپل کارپوریشن کی ملازمت ،پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی،اخبار العرب لاہوراور عراقی سفارت خانہ اسلام آباد میں کئی برس اردو،عربی اورانگریزی زبانوں میں بطور **مترجم و مؤلف** کام کیا۔

دوعدد ضخیم **عربی اردو لغات** بازار میں دستیاب ہیں۔اس کے علاوہ بے شمار تفسیری مقالات لکھے۔حیات مسیح علیہ السلام اور اُخروی زندگی ان کا من پسند موضوع تھا۔

''ابن مریم علیھما السلام'' کے علاوہ ایک کتاب **اُخروی زندگی** کے موضوع پر شائع ہوکر اہل علم احباب سے داد وصول کرچکی ہے۔اس کتاب کے نئے ایڈیشن کا مسودہ موجود ہے۔ان کی کتابیں سرسید میموریل لائبریری لاہور سے کم قیمت پر دستیاب ہیں۔

علامہ صاحب عربی زبان اور گرامر میں خود ایک **تسلیم شدہ اتھارٹی** تھے۔اس حقیقت کے اعتراف میں استاذی المکرم علامہ رحمت اللہ **طارق** رحمت اللہ علیہ نے ان کے کچھ مقالات کو اپنی اسلامی تحقیقی کتابوں میں،خصوصاً تفسیر میزان القران میں من وعن شامل فرمایا۔

راقم الحروف، علامہ صاحب کے **فاضل** شاگردوں سے رابطہ اور تعاون کے ساتھ، قارئین کرام کے علم دوست سوالات اور مباحث کے لیے حاضر ہے۔ میری زندگی کے بعد بھی علامہ صاحب کے **فاضل** شاگرد یہ ذمہ داری نبھانے کے پابند کیے گئے ہیں۔

ہمیں کتاب کے بارے میں آپ کی قیمتی رائے اور تجاویز کا انتظار رہے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ

وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ

یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَاۚ

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○

صدق اللّٰہ العظیم

و الصَّلٰوۃ والسلام علٰی خاتمُ النّبیّن

والسلام مع الاکرام

محمد سعید چودھری

مرکب جہالت: ماہنامہ ''رشد'' لاہور، جامعة لاہور الاسلامیة (رحمانیہ) کلیة القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کا ترجمان ہے۔ جون 2009 کا شمارہ قراءات نمبر کا پہلا حصہ ہے۔

مجلّہ کے **کارپردازان** نے اس کے **سرورق** پر سوال اٹھایا ہے کہ:

''ایسا صاحب علم شخص جو اس یقین کے باوجود کہ بلاد اسلامیہ میں کروڑوں ایسے مسلمان آباد ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں مروجہ روایت حفص کے برعکس روایت ورش، روایت دوری اور روایت قالون میں صدیوں سے قرآن پڑھتے چلے آرہے ہیں اور امت مسلمہ کے جمیع مکاتب فکر: حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ)، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، شیعہ اور اہل حدیث وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ مروجہ قراءات اللہ کے رسولؐ سے ثابت ہیں اور صدیوں سے عالم اسلام کے معروف فقہی مدارس اور یونیورسٹیوں میں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، یہ کہنے کی جرأت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت شہید کے باوجود ہزاروں مدارس، لاکھوں طلباء اور کروڑوں عوام قرآن کے بجائے فتنہ عجم کی درس و تدرس اور تلاوت میں مصروف ہیں اور بیسیوں اسلامی ممالک کی وزارات اوقاف ریاستی سطح پر ''فتنہ عجم'' کو قرآن کے نام سے شائع کررہی ہیں، وہ کیونکر اہلِ سنت میں شمار ہوسکتا ہے؟ یا اسکی ضلالت میں اب کیا مانع باقی رہ جاتا ہے؟''

قارئین کرام !ہمیں **بھت افسوس** ہے! کہ جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیہ) کے شیوخ القرآن کی جانب سے یہ طرز استدلال، مجلّہ رشد کے قراءات نمبر میں **بار بار** اور بے جا استعمال کیا گیا ہے۔

مجلّہ کے **سرورق** پر دیا گیا سخت زبان میں یہ سوال، جس میں فتویٰ بازی نیز واضح ہے،

ان نام نہاد شیوخ القرآن کی **اجتماعی** اور **مرکب جھالت کا نچوڑ** ہے،

اور ہمیں ان کے قرآن مجید کے **مبلغ علم** کے بارے میں وافر آگاہی فراہم کرتا ہے۔

اس کے لیے ملاحظہ فرمائیں عنوان "اللہ تعالیٰ کا جواب"۔

نیز "حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ)، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، شیعہ اور اہل حدیث" فرقوں کا اس بات پر متفق ہونا کہ "مروجہ قراءات اللہ کے رسولؐ سے ثابت ہیں"،

کے بارے میں گزارشات کے لیے ملاحظہ فرمائیں، اگلا عنوان "سات فرقوں کا متفق ہونا"۔

اللہ تعالیٰ کا جواب: آپ حیران ہوں گے کہ اس **سرورق** کی عبارت کا جواب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں پہلے سے **ارشاد** فرما رکھا ہے۔ اگر کوئی اسے پڑھنا پڑھانا نہیں چاہتا تو یہ اللہ اور رسولؐ کا طریقہ نہیں ہے بلکہ اور ہی معاملہ ہے:

(1) وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَo(النّحل61:16) ''اور اگر اللہ لوگوں سے ان کی حق تلفی (ظلم) پر فوراً مؤاخذہ کرتا ہوتا تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ایک وقت معین تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے، تو جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو اس سے نہ وہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے، اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔'' (علامہ امین احسن اصلاحی)

(2) وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآئَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًاۢ بَیْنَھُمْ ؕ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَھُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍo (الشوریٰ14:42)

''اور یہ لوگ، وحی کا علم آنے کے بعد آپس کی ضد سے فرقہ فرقہ ہو گئے، اور اگر اللہ نے ایک خاص مدت تک مہلت نہ دی ہوتی، تو ان کے درمیان فوراً فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور جو لوگ کتاب اللہ کے وارث بنائے گئے (صحابہ کرامؓ)، ان کے بعد، وہ اس کتاب کے بارے میں ایک الجھن میں ڈالنے والے شک (اختلاف قراءت) میں مبتلا ہیں۔''

قارئین محترم ! مجلّہ رشد کا سخت زبان میں سوال اور اللہ رب العلمین کے جوابات کے تناظر میں، ان شیوخ القرآن سے معلوم کرنا چاہیے کہ:

(1) آپ جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیہ) کے کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ میں کیا پڑھتے پڑھاتے ہیں؟

(2) اور امت کے لیے کیسے **علماء** تیار فرما رہے ہیں؟

(3) اگر مندرجہ بالا دو آیات مبارکہ کو چُھپانا مقصود ہے تو ملاحظہ فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا........

ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو، اسی کتاب کا صفحہ 5 اور 6

(4) اگر جانتے سمجھتے علمی سطح پر ان آیات مبارکہ کی مخالفت کی جا رہی ہے! (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ)

تو یہ **تکذیب آیات اور تحریف** کی واضح مثال ٹھہرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو اختیار اور ارادہ عطا فرمایا ہے۔ انسان اللہ اور رسول کی ہر طرح سے مخالفت بھی کر سکتا ہے، مگر انسان کے اعمال خدا کے قانون کے مطابق ہی نتائج دیتے ہیں اور بالآخر حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ o

بے شک جن لوگوں نے اللہ کی کتاب کے متن میں اختلاف کیا،

وہ مخالفت اور عناد میں بہت دور جا رہے ہیں اور یوں ایک کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

دراصل! ہمارے ایک دوست کے مطابق، جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیۃ) کے مدیر الجامعہ، محترم رئیس کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ، اور ان کے رفقاء کو شہر سے دور نہر کنارے کسی سرسبز و شاداب گاؤں میں محض "پیش امام" کا منصب زیب دیتا ہے۔

سات فرقوں کا متفق ہونا: سرورق کے سوال کے ساتھ یہ خوش فہمی بھی لکھی گئی ہے کہ:

''امت مسلمہ کے جمیع مکاتب فکر: حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ) شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، شیعہ اور اہل حدیث وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ مروجہ قراءات اللہ کے رسولؐ سے ثابت ہیں۔''

کَٹّرُ (Cutter) فرقوں کے لیے، جن کی شناخت علیحدہ، عبادت گاہیں علیحدہ، مرنے مارنے کے لیے عسکری بازو اور جدید اسلحہ خانے بھی نیز موجود ہوں، ''جمیع مکاتب فکر'' اور ''امت مسلمہ'' کے الفاظ کا استعمال ایک علیحدہ **لطیفہ** ہے۔

فکر انسان کے ذہن میں ہوتی ہے، جب یہ شدت پسندی میں بدل جائے اور نوبت ڈنڈے، مہلک اسلحہ اور دہشت گردی تک آ جائے، تو ''مکتبۂ فکر'' کی اصطلاح اور ''امت مسلمہ'' کی ترکیب قابل استعمال نہیں رہتی۔ غیر انسانی اور غیر اسلامی سطح پر مکتبہ فکر کی باتیں زیب ہی نہیں دیتیں۔

اختلاف فرقہ بند علماء کی بنیادی خصوصیت، بلکہ عین زندگی ہے۔ یہ قرآن، پڑھتے ہیں، مگر بسم اللہ بعد میں پڑھتے اور اختلاف پہلے فرماتے ہیں۔ فرقہ بندی یہی تو ہے کہ یہ قرآن کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک جملہ تک علیحدہ علیحدہ موقف رکھتے ہیں۔ محض بسم اللہ پر ہر فرقہ کا اپنا اپنا موقف، اور دوسروں سے اختلاف ریکارڈ پر موجود ہے۔ ہر ایک گروہ کا علیحدہ درود شریف ہے، علیحدہ شکل وصورت علیحدہ ٹوپی اور رومال ہے۔ محض اذان سن کر بتایا جا سکتا ہے کہ یہ کون سے فرقہ کی مسجد ہے۔

ذاتی مفاد کی بات ہم نہیں کرتے، اس کے علاوہ، ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنے والے، بلکہ عین دہشت گردی سے جھنم رسید کرکے خوش ہونے والوں کو، کسی تاویل یا تفسیر سے، اسلامی مکاتب فکر میں ہرگز ہرگز شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی کو خود سے یہ بات سمجھ نہیں آتی، تو عوام الناس سے فیصلہ لے کر دیکھ لیں۔

ایک **لطیفہ** یہ بھی ہے کہ اگر مندرجہ بالا گروہ (حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ)، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، شیعہ اور اہل حدیث وغیرہ فرقے نہیں، مکاتب فکر ہیں تو پھر سوال ہے سب فرقہ بند علماء سے، یہ ایک ایک اور دو دو مل کر سوچیں، اور پھر سب اکٹھا ہو کر ارشاد فرمائیں

کہ قرآن مجید کن فرقوں کی بات کرتا ہے؟

غیرِ اسلام گمراہی: یہ سب باتیں واضح نص قرآن سے فرقہ بندی کے دائرہ میں آتی ہیں،

اور جہاں فرقہ بندی ہوتی ہے اسلام نہیں ہوتا۔

انسانی عقل، آیت مبارکہ البقرۃ2:176 کے دائرہ میں رہتے ہوئے، سیاق وسباق کا لحاظ رکھتے ہوئے، اللہ کی لاریب کتاب، قرآن مجید فرقان حمید کے متن میں اختلاف کو غیرِ اسلام گمراہی کے علاوہ کوئی اور جہت نہیں دے سکتی۔

فرقہ بندی، بہر حال **خلافِ قرآن** اور **غیرِ اسلام** ہے، رسول اللہ سے کہا گیا ہے کہ جو لوگ دین اسلام میں **تفرقہ بازی** کرتے ہیں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں (الانعام159:6)۔ قرآن کریم دین میں تفرقہ کو **شرک** قرار دیتا ہے(الرّوم 30:31-32)۔ اللہ کا حکم ہے کہ دین کو قائم کرو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ (الشوریٰ 13:42)۔

یہ **معلوم** کرنے کی اشد ضرورت ہے، کہ یہ کس کے لاڈے ہیں؟ اور ان کے پیچھے ان کے بڑے کون ہیں جنھوں نے **قرآن مخالف اعمال** کے لیے انہیں شہ دے رکھی ہے....؟

نیز یہ کہ انہیں اسکے لیے بھرپور تعاون کہاں کہاں سے فراہم رہتا ہے.....؟

فرقوں کا ایک بات پر متفق ہونا: قارئین محترم !

اس گلا کاٹ فرقہ بندی کے ماحول میں اگر مختلف فرقے کسی ایک بات پر متفق ہوں گے تو ضرور کسی مفاد پر، کسی غلط بات پر۔ دراصل یہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر امت سے رہا سہا دین ایمان بھی چھین کر اس کے بدلے میں جلدی سے مالی مفادات اکٹھا کرنا چاہتے ہیں۔

بالکل اس طرح جیسے ہمارے کرپٹ ترین سیاستدان، باری باری، متفقہ جمہوریت اور آئین کی رٹ لگا کر باہم اور کمال اتفاق کے ساتھ غریب اور بھوکے پاکستانیوں کے منہ سے نوالہ اور بدن سے کپڑا تک چھین رہے ہیں۔

اور یہ **فطرت** ہے **چیلوں، گدّھوں** اور دوسرے مردار خوروں کی، جب وہ قریب المرگ جانوروں کو نوچ کھا رہے ہوتے ہیں۔

لہٰذا ! ان کی یہ دلیل کہ:

"امت مسلمہ کے جمیع مکاتب فکر: حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ)، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، شیعہ اور اہل حدیث وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ مروجہ قراءات اللہ کے رسولؐ سے ثابت ہیں۔"

خود ان کے اپنے موقف کے خلاف جاتی ہے۔ شاید اسی لیے رشد قراءات نمبر کے دوسرے اور تیسرے مجلّہ میں اسے گرادیا گیا ہے۔

ان کی اس بات میں بھی وزن نہیں ہے کہ

"مروجہ قراءات اللہ کے رسولؐ سے ثابت ہیں۔"

یہ سب ان روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن کی دین میں حیثیت اللہ کی کتاب قرآن حکیم کے برابر ہرگز نہیں ہے۔

یہ بھی **لطیفہ** ہے کہ اہل حدیث حضرات روایات سے قرآن میں غلطیاں، نسخ اور تضاد جیسے نقائص ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، بلکہ حدیث کو قرآن پر قاضی بھی مانتے ہیں۔ جبکہ اس بات کو تو یہ سب خود مانتے ہیں کہ "حدیث کی روایت **با لمعنی**" ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان اطہر کے الفاظ کو،

ایک راوی اپنے فہم سے سمجھتا ہے، اور پھر اپنے مطلب کے الفاظ میں بیان کرتا ہے،

اس کے بعد، دوسرا راوی پہلے کے الفاظ کو اپنے فہم سے سمجھتا ہے، اور پھر اپنے ہی مطلب کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اسی طرح تیسرا، پھر چوتھا، پانچواں .... علیٰ ھٰذا القیاس۔

کئی نسلوں پر مشتمل متعدد رواۃ کے سلسلہ کے آخری راوی کے الفاظ کتابوں میں درج کیے گئے، اور انہیں فرمان رسول کہہ دیا گیا۔ یہ کاروائی ـــــ دیدہ اور دانستہ کی گئی،

تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادا کردہ الفاظ اور ان کے مفہوم میں اپنے مطلب کی تبدیلی کر دی جائے،

اور یہی اکثر روایات کا بنیادی مقصد ہے۔

احادیث میں **عربی زبان کی اغلاط** اور **ضعیف راویوں** کے بارے میں اہل فن سے بے شمار کتابیں موجود ہیں۔

بہت سی روایات درایت کے اصولوں پر پوری ہی نہیں اترتیں۔

ویسے بھی احادیث پیش کرتے وقت **تاویلوں** کا سہارا بھی، خوب کھل کھیل کر لیا جاتا ہے۔

بہت روایات کی اصل یہی ہے کہ یہ شرارت سے، رسول اللہ سے محض منسوب کر دی گئی ہیں، خصوصاً وہ روایات جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امھات المؤمنین اور

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین کی واضح اہانت کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس کام میں تحریف پارٹی اوراس کے آلہ کارخوب ملوث رہے ، اور۔۔۔۔۔ آج بھی یہ باتیں وحی غیر متلو کہہ کرپھیلائی جارہی ہیں۔

مگر خدا کی رحمت،ان کے رجوع کے انتظار میں ہے۔

اختلافات کے امام: اللہ تبارک وتعالٰی کے جواب کے بعد دوبارہ **ســـــروق** کی بات کرتے ہیں ۔کار پردازان مجلّہ رشد کے مذکور بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اہلِ سنت بلکہ اہل روایات سے ہے،اوران کے نزدیک ورش،دوری اورقالون کی روایات والے قرآن برصغیر پاک وہند کے استثناء کے ساتھ تمام اسلامی ممالک میں صدیوں سے پڑھے اور پڑھائے جارہے ہیں ، جو،ہم جیسے بہت مسلمانوں کے لیے ، جو کسی فرقہ سے منسلک نہیں ،ایک تکلیف دہ اور ناقابل یقین انکشاف ہے، کیونکہ قران مجید کسی روایت پر مبنی نہیں اور نہ ہی کسی روایت کا محتاج ہے، بلکہ قران کو اللہ کی نگرانی میں (القیٰمۃ 75:17) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتّسلیم نے بنفس نفیس،اس **ترتیب،نقاط اوراعراب کے ساتھ مرتب حالت** میں ،

دین اسلام کے مرکز کی جانب سے ،امت مسلمہ کے سپرد فرمایا تھا،جن الفاظ،ترتیب اوراعراب ونقاط کے ساتھ وہ آج بھی کسی تغیر وتبدل کے بغیر مسلمانوں کے گھروں میں تلاوت کیا جاتا ہے،یعنی اس میں سات ، دس یا چودہ قراءات کی گنجائش موجودنہیں ۔ برصغیر میں حفص کی

قرأت کی بجائے اللہ کی رحمت سے اماں حفصہؓ والا قران مجید پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔

حفص، ورش، دوری اور قالون نامی راوی، صحابہ کرامؓ کے عہد کے بعد وجود میں لائے گئے، پس پردہ رکھے گئے، یا نا معلوم اور انجانے بنے رہے۔

حفص (90 تا 180 ہجری)، ورش (100 تا 197 ہجری)، دوری (150 تا 246 ہجری) اور قالون (120 تا 200 ہجری) علی الترتیب عاصم کوفی (127 ہجری)، نافع مدنی (70 تا 169 ہجری)، ابوعمرو بصری (70 تا 164 ہجری) اور نافع مدنی (70 تا 169 ہجری) کے شاگرد بتائے جاتے ہیں، جو دوسری صدی کے اواخر کی پیداوار بنتے ہیں۔ شاگردوں کو راوی اور ان کے استادوں کو امام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ **سب اختلافات کے امام** اور تحریف پارٹی کے آلہ کار ہیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؟ قران محکم کی **حاکمیت** میں فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم سب کے لیے مشعل راہ، مگر جس طرح صحاح ستہ میں **وضعی روایات** کے **وجود سے انکار ممکن نھیں**، اسی طرح ان اختلافات کے اماموں اور راویوں کے اقوال کی صحت بھی **قابل اعتراض** ہے۔ سادہ سی بات ہے اور اسے سمجھنے کے لیے عالم فاضل ہونا ضروری نہیں کہ دو یا زائد قراءات چونکہ **مختلف المعنی** ہوتی ہیں، اس لیے **قرآن حکیم میں انکا وجود باعث اختلاف ہونے کی وجہ سے**

ممکن ھی نھیں، کیونکہ قران مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝ (پس کیا تم قران میں تدبر نہیں کرتے؟ اگر قران اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت **اختلاف** پاتے۔) (النساء 82:4)

میری گزارش ہے! مجلّہ رشد کے شیوخ القرآن سے کہ وہ فرمادیں، کہ مندرجہ بالا آیت میں قران کونسے اختلافات کی بات کررہا ہے؟

قران کریم عربی متن کی کتاب ہے۔ یہاں بات قران کے متن میں اختلاف کی ہورہی ہے، فہم، تفسیر، فقہ، تاویل، اور فرقوں کے عملی اختلافات کی نہیں۔

آپ کے مبینہ متعدد قرآن غیر اللہ کی جانب سے ہیں، اس کی بنیادی وجہ، ان میں موجود، **اختلاف پسندوں** کے لیے، متن کے کثیر اختلافات ہیں۔

عقل انسانی، آیت مبارکہ البقرہ 176:2 کے سیاق وسباق اور معانی کے دائرہ میں رہتے ہوئے، اللہ کی لاریب کتاب، قران مجید فرقان حمید کے متن میں مبینہ مردود اختلافات، کو غیرِ اسلام گمراہی کے علاوہ، کوئی اور جہت، دینے سے قاصر ہے۔

اختلافات: قارئین کرام! اپنے دل جگر تھام لیں----

ان کے بنائے گئے اختلافات کے امام، ائمہ قراءات کے اختلافات کی تعداد، دس ہزار دو صد تینتالیس (10,243) بتائی جاتی ہے۔

مگر ٹھہریے!

ایک انتہائی زبردست فریب دیا گیا ہے!

کچھ چھپایا جا رہا ہے۔

ان دس ہزار دو صد تینتالیس(10,243) اختلافات میں سے اکثر ایسے ہیں، جن کے تحت مزید ذیلی اختلافات بھی موجود ہیں۔

مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

سورۃ الفاتحۃ کا لفظ ہے مٰلِکِ، اس کا اختلاف نمبر ہے 6، (6/10243)

اور اس ایک لفظ کے اختلاف میں 15 عدد ذیلی اختلافات شامل کیے گئے ہیں۔

اسی سورۃ میں لفظ عَلَیۡهِمۡ کا اختلاف نمبر ہے 16، (16/10243) اور

اس میں مزید ذیلی اختلافات 9 عدد ریکارڈ پر ہیں۔

سورة الفاتحۃ میں 19 اختلافات بتائے جاتے ہیں، اگر ذیلی اختلافات شامل کریں تو اختلافات کی تعداد 60 سے اوپر چلی جاتی ہے۔

سورۃ الاخلاص کا ایک لفظ ہے کُفُوًا---اس کے لیے اختلاف کا نمبر ہے 10,237۔ اس ایک اختلاف کے تحت 9 عدد مزید ذیلی اختلافات ریکارڈ پر ہیں۔

اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھیں، اپنا قبلہ درست کریں،

اختلاف قراءات کی باتیں یکسر ختم کر دیں،

یا تحریف پارٹی کی سخت محنت کے گن گائیں۔

اختلافات قراءات کے داعی خواتین و حضرات خود ہی ارشاد فرمائیں، کہ ان کے اختلافات قراءات کی کل تعداد معلوم کرنے کے لیے 10243 کو کس ہندسہ سے ضرب دی جائے، 5 سے یا 7 سے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

معجم القراءات القرآنیۃ،

الدکتور احمد مختار عمر، جامعۃ قاہرہ، اور

الدکتور عبدالعال سالم مکرم، جامعۃ الکویت،

طبع ثانی 1988م، جامعۃ الکویت) اور دیگر کتب۔

حفص صاحب: مجلّہ ''رشد'' کے مطابق حفص صاحب 90ہجری میں پیدا ہوئے اور 180ہجری میں وفات پائی۔ برصغیر ہندو پاک میں جس قران کی تلاوت کی جاتی وہ حفص صاحب کی روایت پرمبنی بتایا جاتا ہے، حالانکہ ان دونوں ممالک میں پائے جانے والے قران کے عام نسخوں پر یہ لکھا ہوانہیں دیکھا گیا کہ حفص کی روایت پرمبنی ہے۔ کسی نسخہ کے حاشیہ میں چند اوراق پر یہ لکھاہوتا ہے کہ اس لفظ کو حفص نے کیسے پڑھا۔

اسے تو ایک **لطیفہ** ہی کہا جا سکتا ہے ! ....

کیونکہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ **حفص صاحب** کا دوسری صدی میں ایک راوی کے طور پر نمودار ہونے تک، عالم اسلام میں تلاوت کیا جانے والا قران ان صاحب کی روایت پرمبنی ہو؟

احادیث وضع کرنے میں غلطیاں: یہ بھی واضح ہوا کہ متعلقہ احادیث **وضع** کرنے میں **کمزوریاں** اور غلطیاں رہ گئی ہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک **سازش** کے تحت، جسے ''**فتنہ عجم**'' کہا جاتا ہے، ان چار راویوں، حفص، ورش، دوری اور قالون میں سے پہلے کو اس قران کا راوی بنا دیا گیا جو **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** نے **مرکز اسلام کی جانب سے**، **اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگرانی میں** حفظ کے ساتھ ساتھ **کتاب کی شکل میں اعراب ونقاط اور ترتیب سے مکمل مدون حالت** میں صحابہ کرامؓ کے پاس چھوڑا تھا، جو خلیفہ راشد اول اور خلیفہ راشد دوم کے بعد اماں حفصہؓ کے پاس

محفوظ رہا۔ صحابہؓ نے اس سے تمسک اور اس کی نشر و اشاعت میں پوری تندہی سے کام لیا۔ جہاں تک باقی تین راویوں کا تعلق ہے، تو چونکہ انکی قراءات اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگرانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب ومدون کردہ قران کریم کی قرأت سے مختلف ہیں اور قران میں اختلاف پیدا کرنے کا موجب، فلہٰذا اختلافی متن کی حد تک محض قابل ردّ و مرفوض ہیں۔

اس موضوع یعنی "اختلاف قراءات" پر الرّحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، کراچی کی طرف سے شائع کردہ کتاب: "**اعجاز القرآن واختلاف قرأت**" جو جامع العلوم محدث العصر علامہ **تمنّا عمادی مجیبی پھلواروی** کی تالیف ہے، سیر حاصل بحث اور تفصیل کی حامل ہے۔ قارئین کرام سے مطالعہ کی سفارش ہے۔ اس میں "قراء سبعہ کا تعارف" کے عنوان کے تحت:

نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ قبیلہ بنی لیث **یا** قبیلہ جفویہ میں سے کسی شخص کے **آزاد کردہ غلام** تھے اور **اصفھانی** تھے۔ ان کے والد ابو نعیم تھے اور دادا کا نام عبدالرحمٰن تھا اور ان دونوں (والد اور دادا) نے ساتھ ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔ نافع اسوقت کمسن تھے۔ انکی کنیت ابورویم بھی ہے اور ابوعبدالرحمٰن بھی۔ ان کے دادا کا اسلامی نام نعمان رکھا گیا تھا اور ابو نعیم کنیت، مگر کنیت ہی سے وہ زیادہ مشہور ہوئے۔ نافع کی نسبت کبھی باپ کی طرف کبھی دادا کی طرف کی جاتی ہے۔ اس لئے نافع بن عبدالرحمٰن بھی کہے جاتے ہیں اور نافع بن ابی نعیم بھی۔ حدیثیں تو یہ متعدد تابعین سے روایت کرتے ہیں

مگر قراءت میں یہ شاگرد ہیں:

عبدالرحمن بن ھرمز کے،اس لیے عبدالرحمٰن بن ہرمز کو بھی پہچان لیجئے۔ یہ لنگ کھاتے تھے (لنگڑا کر چلتے تھے) اس لیے **اعــرج** بھی مشہور ہیں۔ابوداود ان کی کنیت تھی ۔ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب الھاشمی کے **غــلام آزاد کردہ** تھے۔بعضوں نے محمد بن ربیعہ کا غلام لکھا ہے ان کا مفصل تذکرہ ''تہذیب التہذیب جلد 6 صفحہ 290 سے صفحہ 291 تک ہے۔تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ یہ کاتب المصاحف بھی تھے،قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ 117 ہجری میں وفات پائی ۔ابوعمر الدانی جو مشہور امام قراءت کہے جاتے ہیں ،ان کا قول ''تہذیب التہذیب''میں نقل کیا ہے کہ انہی (ربیعہ) سے نافع بن ابی نعیم نے قرآن کی قراءت زبانی سن کر حاصل کی تھی۔عبدالرحمٰن بن ہرمز کے والد کا نام اسلام قبول کرنے کے بعد کیسان رکھا گیا تھا۔اس لیے ان کو لوگ کہیں عبدالرحمٰن بن کیسان بھی کہتے ہیں۔بعضوں نے ان کا سال وفات 110 ہجری لکھا ہے،غرض یہ بھی موالی ہی میں سے تھے اور اصفھانی الاصل تھے۔

یہ متعدد صحابہؓ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے متعدد محدثین حدیثیں لیتے ہیں۔مگر اس کا کوئی ذکر نہیں کرتا کہ انہوں نے کس سے قران پڑھا تھا اور نہ یہ کوئی لکھتا ہے کہ نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم کے سوا اور بھی کسی نے

ان سے قران پڑھا تھا؟ اگر اور بھی کسی نے ان سے قران پڑھا تھا تو وہ کون صاحب ہیں؟

سیدھی سی بات ہے کہ روایات میں یہ پہلو وضع ہونے سے رہ گیا ہے۔

ابو حمّہ محمد بن یوسف جو **مجھول الحال** شخص ہیں وہ ابو قرّۃ موسیٰ بن طارق سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن ابی نعیم کہتے تھے کہ:

'میں نے ستر تابعین سے قرآن کی قراءت اخذ کی ہے۔''

کاش ان ستر میں سے صرف سات کے نام ہی وہ بتا دیتے۔ اس لیے کہ ان کی قراءت کی روایتیں جتنی ہیں تقریباً سب انہی ابن ہرمز ایک غلام آزاد کردہ ہی سے ہیں۔ حدیثیں البتہ وہ اوروں سے روایت کرتے تھے۔ ابن حجر احادیث میں ان کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولنافع عن الاعرج نفسه مائة حديث أُخرىٰ وعنه اخذ القراءة

(اور نافع کے پاس عبدالرحمٰن بن ہرمز) اعرج سے خاص ان سے سو حدیثیں دوسری تھیں۔ (یعنی جو اور شیوخ سے ان کو نہ ملی تھیں) اور انہیں سے نافع نے قراءت حاصل کی تھی)

عنه کا لفظ جملے سے پہلے آنا مفہوم میں حصر پیدا کرتا ہے اس کو عربی ادب کے ابتدائی درجوں کے طلبہ بھی جانتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نافع کو قراءت کے اختلافات کی واقفیت صرف عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج ہی سے حاصل ہوئی تھی اور نافع نے قرآن کی قراءتوں کو صرف انہیں سے

پڑھا تھا۔ دیکھئے ''تہذیب التہذیب'' جلد 10 صفحہ 7،8،اور 40۔ یہ حصر ان کے ان شیوخ کے مقابلے میں ہے جن کا ذکر ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کے ترجمے میں پہلے کیا۔

جو صحابہؓ کی اولاد یا اکابر تابعین تھے جن سے صرف حدیثیں انہوں نے لیں تھیں، وہ لوگ بے چارے اختلاف قراءت سے کیا واقف ہوتے جو ان سے سیکھتے۔ **اس کے ماہرین تو صرف عجمی لوگ تھے جو عربوں کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جن کا اصل مرکز کوفہ تھا۔** مدینہ کے قدیم باشندے جو عہد نبوی سے مدینہ میں رہے یا صحابہ کی اولاد میں سے جو مدینے ہی میں پیدا ہوئے یا وہ موالی جو سچے مخلص مسلمان تھے اور جس خاندان سے متعلق ہوئے، ان کے ہو کر رہے، ان کو تو اختلاف قراءت کا کچھ علم ہی نہیں۔

ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' جلد 11 صفحہ 325 یزید بن رومان الاسدی ابو روح المدنی آل زبیر کے غلام آزاد کردہ کے ترجمہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ سے قرآن پڑھا تھا اور ان سے نافع بن ابی نعیم نے قرآن کا علم حاصل کیا تھا۔

مگر یہ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کون تھے؟.....

ان کا پتہ نہ ملا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (بن عبدالمطلب) تو ہو نہیں سکتے، اور ابن ابی ربیعہ کا پتہ کہیں نہیں ملتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن ربیعہ کا لفظ غلط ہے، غلطی سے اتنا اضافہ طباعت میں ہو گیا ہے اور مراد حضرت عبداللہ بن عباس ہی ہیں۔ تو یقیناً ان سے صرف قرآن ہی یہ نہ پڑھتے وہ تو حدیثوں کے بحر ذخار تھے جس طرح اوروں سے حدیثیں سنی تھیں اسی طرح ان سے

حدیثوں کے سننے کا ذکر کرنے کے بعد لکھا جاتا کہ

قرأ عليه القرآن یعنی اوران سے قرآن بھی پڑھا تھا۔

جب ایسا نہیں ہے، ان سے صرف قرآن ہی پڑھا تو یقیناً یہ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کوئی **غیر معروف مجھول الحال** شخص ہیں جن سے **ائمہ رجال بالکل بے خبر ھیں** اور موالی قسم کے ہیں،

جو کوفیوں کی طرف سے صرف اختلاف قراءات کے ایجنٹ تھے۔

کوفہ کے مرکز سے نافع بن ابی نعیم کے پاس بھیجے گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال نافع کے مذکورہ استاد یزید بن رومان بھی آل زبیر کے غلام آزاد کردہ ہی تھے اور انہوں نے خود بھی قرآن ایک **مـــجھول الحال** شخص عباس بن ربیعہ کے بیٹے عبداللہ سے پڑھا تھا اور ان سے **صرف** نافع صاحب نے قرآن کی قراءت کا علم حاصل کیا۔

قارئین حیران ہونگے ! کہ

یہ نافع بن ابی نعیم صاحب اتنے بڑے **امام اختلاف** بنائے گئے ہیں، کہ انہوں نے دو مختلف شاگردوں کو علیحدہ علیحدہ مختلف قراءتیں سکھائی ہیں۔

اصولی طور پر، شیوخ الاحادیث روایات سے استنباط کرتے ہوئے،

جو سلوک غیر معروف اور مجہول الحال راویوں والی احادیث سے کرتے

ہیں، وہی سلوک ان کے لیے روا رکھنا ہوگا۔

سید مودودی کی تحقیق: علامہ تمنا عمادی مرحوم نے سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی مبینہ علمی وتاریخی تحقیق کا بھی **ابطال** کیا ہے کہ نافع بن عبدالرحمٰن نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے پورا قران پڑھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی وفات 57ہجری میں ہوئی تھی۔

نافع اور حضرت ابن عباسؓ کی وفات کے درمیان پورے سو برس کا فاصلہ ہے، اور

نافع اور حضرت ابوہریرہؓ کی وفات کے درمیاں ایک سو سے ایک سو دو برس کا فاصلہ تھا۔

نافع صاحب کی عمر کم از کم 125 برس کی ہو جب کہیں جا کر یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ

نافع نے ان دو بزرگوں سے قران پڑھا تھا۔

مگر اب نافع کی اتنی لمبی غیر معمولی عمر ثابت کرنا ناممکن ہے۔

روایت وضع کرنے میں بھول:

آگے چل کر علامہ موصوف نے وضاحت کی ہے کہ

نافع نے بالفرض سو سال سے کچھ زائد عمر پائی ہو،

تو پھر بھی انہوں نے عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

گویا روایت کا یہ پہلو بھی **صحیح طور سے وضع** ہونے سے رہ گیا ہے۔

پیدائش سے پہلے کی قراءت نافع سے منسوب:

اگراس وقت وہی قراءت پڑھی جاتی تھی جس کو نافع نے اختیار کیا تھا،

تو کیا اس وقت کے لوگ اسکو "نافع کی قراءت" ہی کہہ کر پڑھتے اور عمل کرتے تھے؟

جوقراءت نافع کی **پیدائش کے قبل سے جاری ہو** اس کو نافع کی طرف منسوب کرنا تو اس قراءت کی توہین کرنا ہے۔ مگر واقعہ اس کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ:

نافع کی پیدائش کے قبل کے لکھے ہوئے مصاحف اس وقت بھی موجود ہیں جیسے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ یا اکابر تابعین کے مخطوطات۔

مگران میں سے ایک بھی نافع کی قراءت کے مطابق نہیں ہے۔

نافع کی قراءت سنت ہے؟؟

علامہ صاحب ابن وہیب کی اس روایت پر کہ لیث بن سعد کہتے تھے:

أَدْرَكْتُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَ هُمْ يَقُوْلُوْنَ قِرَاءَةُ نَافِعٍ سُنَّةٌ۔

(لیث بن سعد کہتے تھے میں نے اہلِ مدینہ کو کہتے ہوئے پایا کہ نافع کی قراءت سنت ہے، یعنی عہد نبوی سے اُس وقت تک برابر سارے صحابہؓ اور تابعین اسی کے مطابق پڑھتے آئے۔)

مگر ایسا ہوتو کہنا یہ چاہیے تھا کہ نافع کی قراءت وہی ہے جو قراءت مسنونہ ہے۔

گویا یہاں بھی واضعین احادیث سے **نادانستہ غلطی سرزد** ہوئی ہے۔

متن سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ روایت مرکز اسلام سے **باھر** بیٹھے ہوئے کسی فرد کی وضع کردہ ہے۔ گویا یہ روایت **خالص تحریف** کے مقصد سے وضع کی گئی۔

علامہ صاحب کے نزدیک اس قسم کی بات کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن وہیب بھی قریش کے موالی میں سے تھے اور لیث بن سعد بھی ۔ یہ دونوں قریش کے آزاد کردہ غلام تھے اور نافع بھی اور نافع کے دونوں استاد بھی آزاد کردہ غلام تھے اور یہ سب عجمی تھے اور اختلاف قراءت کی تحریک ان غلاموں کی چلائی ہوئی تھی، یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں استعمال کیا گیا ہو۔ عبداللہ بن وہیب (125 تا 197 ہجری) اور لیث بن سعد (94 تا 175 ہجری) نافع کی طرح دونوں ہی **اصفھانی الاصل** تھے۔

نافع کی قراءت کی غلط تعریف: علامہؒ صاحب کے مطابق اتنے پروپیگنڈے، اتنی جدوجہد اور ایسی گہری سازش کے باوجود نہ مصر میں نافع کی قراءت چل سکی نہ مدینے میں اور نہ ہی دنیا کے کسی حصہ میں۔ اسی طرح بعض اکابر امت کی جانب جو نافع کی قراءت کی تعریف منسوب کی گئی ہے وہ یقیناً غلط طور سے منسوب ہے۔

قالون: (120-200 ہجری) عیسٰی بن مینا لقب ہے، نافع بن عبدالرحمٰن کے شاگرد اور... *نیپٹ بہرے تھے*۔ تہذیب التہذیب میں، جو صحاح ستہ کے راویوں کی کتاب ہے قالون کا کوئی ذکر نہیں۔ ان کے والد آزاد کردہ غلام تھے۔

اور یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ لسان المیزان میں جو خاص کر **ضعیف** اور **مجروح** راویوں کی کتاب ہے، ابن حجر نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ورش: (110-197ہجری) نافع کو دستیاب ہونے والے دوسرے راوی تھے۔

پورا نام ابوسعید عثمان بن سعید اور لقب ورش ہے۔ قبطی اور قریش کے آزاد کردہ غلام تھے۔ 197ہجری میں وفات پائی۔

وفات کے بعد انہیں مدینے کا قاری اور امام القراء مشہور کیا گیا۔
مگر ابن حجر نے ان کا ذکر کہیں نہیں کیا۔

ابن جریر طبری: ابن جریر طبری کی وفات 310ہجری میں ہوئی اور ان کی زندگی تک اختلاف قراءت کا وجود نہ تھا۔ اس وقت عجمیوں اور موالی قسم کے لوگوں کے درمیان صرف انزل القرآن علی سبعۃ احرف کا ڈھول پیٹنا کافی سمجھا جاتا تھا اور چھ قراءتوں کے بارے یہ بتاتے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے امت کو قران میں اختلاف سے بچانے کے لئے چھ قراءتوں کو ترک اور ضائع کرادیا اور صرف ایک قریش کی قراءت کو باقی رکھا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے حکم سے چھ قراءتیں ختم کردی گئیں اور ایک ہی قراءت باقی رہی۔

حضرت عثمانؓ اپنے دور میں مرکز اسلام کے سربراہ تھے۔

اس لیے اب ان چھ قراءات کی تلاش اور ان کا پڑھنا پڑھانا غیر اسلامی ٹھیرے گا۔

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں صفحہ 25 پر لکھا ہے،

''اگر کوئی پوچھے کہ تم کس کتاب اللہ میں ایسے حروف واحدہ ومفردہ پاؤ گے جو سات مختلف لغات سے پڑھے جاتے ہوں مگر معنی میں متفق ہوں تو ہم تمہارے اس سوال کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ہم نے دعویٰ کب کیا کہ وہ آج موجود ہیں۔ ہمیں تو صرف خبر دی گئی تھی کہ رسول اللہ نے جو یہ فرمایا تھا، انزل القرآن علی سبعۃ احرف ــــ'' ابن جریر کے نزدیک سبعۃ احرف میں سے چھ باقی نہ رہے۔

تحریف کے انتظامات، جعلی سکول: علامہ تمنا عمادیؒ نے لکھا ہے:

ابن جریر کی اس تصریح سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے وقت تک **اختلاف قراءت** کے سات سکول قائم نہیں ہوئے تھے اور ابھی قراءتوں کا بازار نہیں لگا تھا۔ صرف کوفے کے متعدد گھروں میں چپکے چپکے افسانہ اختلاف قراءت کی کھچڑی پکتی رہی تھی اور دستر خوان پر صرف موالی قسم کے ایسے لوگ تھے، جو ان کے دام میں آ چکے تھے، یا آ سکتے تھے، وہی بٹھائے جاتے تھے، مگر سکول کا نقشہ کاغذ پر ضرور بن گیا اور اپنا ایک آدمی ہر سکول میں رکھ دیا گیا تھا۔ مگر جہاں وہ سکول بنا تھا وہاں کے لوگ مدت تک اس سکول سے کچھ واقف نہ ہوتے، اور جو ہیڈ ماسٹر اسکول کا ہوتا وہ ایک طالب علم کی طرح، وہاں کے محدثین کے پاس جا کر صرف حدیثیں سنا کرتا تھا۔ اس کا سکول کوفے کے دار الندوہ میں ایک کاغذ پر ہوتا تھا۔ یہاں کچھ دن رہ کر ہر ہیڈ ماسٹر کو چپکے چپکے راز دارانہ اسکول چلانے کا طریقہ معلوم کر لینا پڑتا تھا۔

عبداللہ ابن کثیر قاری مکہ: عبداللہ ابن کثیر الداری المکی ابوسعید القاری مولیٰ عمرو بن علقمہ الکنانی مکہ میں عطر فروشی کرتے تھے۔ اہلِ مکہ عطر فروش کو داری کہتے تھے۔ بعضوں کے مطابق بنی تمیم کی ایک شاخ میں داری بن ہانی کی اولاد میں سے تھے۔ عبداللہ بن کثیر مکہ مکرمہ کے قاری بتائے جاتے ہیں۔ 120 ہجری میں وفات پائی۔ علقمہ الکنانی کے بیٹے عمرو کے **آزاد کردہ غلام** تھے، ابوالزبیر المکی سے حدیث روایت کرتے تھے اور مجاہد بن جبیر سے بھی اور انہیں سے قرآن بھی پڑھا تھا اور ابوالنہال عبدالرحمٰن بن مطعم سے اور عکرمہ (حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام) سے بھی حدیثیں روایت کرتے تھے۔ عبداللہ بن کثیر الداری بھی **عجمی الاصل** تھے اور مُلک "رے" کے رہنے والے تھے۔

مجاہد بن جبیر: سائب بن ابی السائب کے **آزاد کردہ غلام** تھے۔ سائب اور عبداللہ بن سائب دونوں باپ بیٹا صحابی تھے۔ عبداللہ بن السائب کی وفات 65 ہجری میں ہوئی تھی۔ مجاہد بن جبیر کی پیدائش 21 ہجری میں زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں ہوئی، 83 برس کی عمر میں 103 ہجری میں وفات پائی۔ تفسیر کے بڑے عالم بتائے جاتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش نے اعمش سے پوچھا کہ لوگ مجاہد کی تفسیر سے کیوں پرہیز کرتے ہیں؟

تو اعمش نے جواب دیا کہ،

لوگ سمجھتے ہیں کہ انہوں (مجاہد) نے اہل کتاب سے پوچھ پوچھ کر تفسیر لکھی ہے۔

اعمش کوفی جو شیعہ بھی تھے اور ان کے شاگرد رشید بھی، کہتے تھے کہ مجاہد کہتے تھے کہ:

"اگر ہم عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے تو ہمیں اس کی حاجت نہ پڑتی کہ اکثر جگہ ابن عباس سے معنی مطلب پوچھ لیتے۔"

مجاہد اور انکے کوفی شاگرد: اگر اعمش کی **یہ روایت صحیح ہے** اور واقعی مجاہد نے ایسا کہا ہے! تو **تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجاہد نے اپنے کوفی اساتذہ اور تلامذہ سے عبداللّٰہ بن مسعود والا مصحف کیوں نہیں مانگ لیا تھا؟** مجاہد صاحب کے عراق میں شاگرد سینکڑوں کی تعداد میں بتائے جاتے ہیں، وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک نسخہ ان سے بآسانی حاصل کر سکتے تھے۔ یہ شاگرد 90 فیصد کوفی تھے۔ مجاہد مدلّس بھی تھے اور ان کی روایات بھی اکثر و بیشتر مُرسَل ہیں۔ یہ روایت بھی جھوٹی ثابت ہوتی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ پر بہتان: دراصل **نہ تو ترمذی کی روایت صحیح ہے** کہ: "عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے عراقی تلامذہ کو منع کر دیا کہ وہ اپنے مصاحف مصحف عثمانی کے مطابق کر کے ضائع نہ کریں بلکہ اپنے حال پر باقی رکھیں اور مصحف عثمانی کے طرف داروں سے اپنے مصحف کو چھپائے رکھیں، اور **نہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود کے شایان تھا** کہ وہ اپنے عراقی تلامذہ کو اپنے مصحف، مصحف عثمانی کے مطابق کرنے سے منع کرتے یا اپنے مصاحف کو چھپائے رکھنے

کاحکم دیتے۔ یہ ساری باتیں ان پر بہتان ہیں بلکہ **جمع قرآن بعهد صديقی اورنقل مصاحف بعهد عثمانی کی روایات سرے سے موضوع هیں** اور منافقین کی سازشوں کے تحت گھڑی گئی تھیں اور صحیح بخاری، ترمذی، نسائی، اور مسند احمد وغیرہ میں داخل کر دی گئیں، اور ممکن ہے کہ مجاہد پر سلیمان الاعمش شیعہ کوفی کا افتراء ہو۔

مجاہد صاحب کوفیوں کے **ایجنٹ** بن کر مکہ میں **اختلاف قراء ت کی کھچڑی** چپکے چپکے پکاتے رہے۔ حضرت سعدؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت کعب بن عُجرۃؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مجاہد صاحب کی روایات مرسل ہیں اور اسی طرح ابوسعید خدری کی رافع بن خدیج سے بلاواسطہ روایات صحیح نہیں ہیں۔ مجاہد صاحب مدلّس بھی تھے، اور محدثین نے ان نقائص کا خیال نہیں رکھا۔ ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ مجاہد صاحب خیر سے رہتے تو مکّہ میں تھے، مگر ان سے قراءت کوفیوں کی ایک جماعت سیکھتی تھی۔

وضع احادیث میں ایسی خامیاں پہلے بھی بیان کی جا چکی ہیں۔

ابوعمرو بن العلا البصری التمیمی:

ولادت 68 ہجری وفات 154 ہجری عمر 86 سال، ان کے شیوخ میں سے:

(1) حمید بن قیس الاعرج ابوصفوان المکی الاسدی نے جو اسدیوں میں سے کسی کے آزاد کردہ غلام تھے، ابوعمرو بن العلاء سے 24 برس پہلے 130 ہجری میں وفات پائی۔

مجاہد سے حدیث روایت کرتے ہیں، مگر ان سے قران پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی نہیں بتاتا کہ انہوں نے فن قراءت کس سے سیکھا۔ ان کے ترجمہ میں ان کو قاری یا مقری بھی نہیں لکھا ہے یہ بھی مذکور نہیں کہ ان سے ابو عمرو بن العلاء نے قران پڑھا تھا۔ گویا اس بارے میں روایات وضع ہی نہیں کی جاسکیں۔

(2) یحییٰ بن یعمر المروزی البصری مرو کے رہنے والے تھے، بصرے میں آ بسے تھے پھر مرو میں قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ **شراب نوشی پر معزول کیے گئے** ۔ بڑے ادیب، ماہر عربیت عالم لغت اور مشہور نحوی مشہور کیے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں قرآن مجید پر سب سے پہلے نقطے لگائے تھے۔ **یہ بھی محل نظر ہے** ۔ نحو میں ابوالاسود الدوئلی کے شاگرد تھے۔ وفات 89 ہجری میں عمرو بن العلاء سے 65 سال قبل ہوئی۔ اس لیے ان سے عمرو بن العلاء کا پڑھنا مشتبہ ہے۔

بغیر نقطوں کے جعلی قرآن: علامہ تمنا عمادی مرحوم کی تحقیق کے مطابق کوفے والوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد بے نقطوں کے قرآن لکھنا شروع کیا اور مشہور کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ قرآن میں نقطے نہ لگایا کرو، جسکی وجہ سے کوفہ بصرہ وغیرہ میں غیر منقوط قرآن موجود تھا، یوں تحریف پارٹی کے لوگوں نے موقع بنالیا کہ یعلمون کو تعلمون پڑھیں اور انہوں نے اسے خوب مشہور بھی کیا۔ یہ بھی مشہور کیا گیا کہ اس خرابی کو محسوس کر کے بصرے والوں میں سے سب سے پہلے یحییٰ بن یعمر نے اپنے مصحف پر

نقطے لگائے پھران کے سمجھانے سے دوسروں نے بھی ایسا کیا۔

علامہ موصوف کا کہنا ہے کہ یہ **ناممکن ھے کہ جس نے عربی رسم الخط وضع کیا اُس نے نقطے وضع نہ کیے ھوں** اور بعد میں آنے والوں نے نقطے ایجاد کر کے لگائے ہوں۔

قرآن اپنی زبان کو عربی مبین کہتا ہے، قُرانًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّھُمۡ یَتَّقُوۡنَo (الزمر 39:28) اور ...ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌo(النحل 16:103)

اور معلوم دیتا ہے کہ ان شیوخ الاحادیث کا ان آیات مبارکہ پر بھی ایمان نہیں۔

علاوہ اس کے جب رسول اللہ نے اپنے ماحول کی زبان (عربی مبین) میں قران سنا دیا، حفظ کروا دیا، لکھوا دیا، عمل پیرا ہو کر دکھا دیا، سننے والوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپؐ نے خدا کا پیغام ہم تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا، تو پھر ان باتوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس میں اب سوائے دنیاوی مفادات کے اور کیا محرک باقی رہ جاتا ہے؟

سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی: اسدیوں کے آزاد کردہ غلام تھے اور کوفی تھے۔

ابن الاشعث کے ساتھ مل کر خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کے خلاف باغیانہ خروج کیا۔ ابن الاشعث کو شکست ہوئی تو یہ بھاگ نکلے اور چھپتے پھرے۔ ایک مدت بعد مکہ معظّمہ میں گرفتار ہوئے اور 90ہجری میں 49 سال کی عمر میں مارے گئے۔ محدثین کے نزدیک سعید بن جبیر خواہ کتنے ہی بڑے محدث اور ثقہ تھے مگر ان کے ترجمہ میں یہ مذکور نہیں کہ وہ قاری یا مقری تھے، نہ کسی

نے یہ لکھا ہے کہ ابوعمر بن العلاء یا کسی اور نے ان سے قرآن پڑھا تھا۔

گویا واضعین احادیث سے یہ پہلو بھی صحیح طور سے وضع ہونے سے رہ گیا۔

حجاج بن یوسف: یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جن لوگوں کو بغاوت اور فساد کی وجہ سے حجاج نے قتل کیا انہیں اہل کوفہ نے بہت بڑھایا کہ ایسے تھے اور ویسے تھے، حجاج نے ان کے علم وفضل کا کچھ لحاظ نہ کیا اور پھر باہر والوں نے بھی اہلِ کوفہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

ان دنوں عراق فتنہ پردازوں سے بھرا ہوا تھا اور کوفہ ان کا اصل مرکز تھا۔

اختلاف قراءت کی تحریک تحریف پارٹی کی سازش کا نتیجہ تھی اور حجاج اور ان جیسے سخت اصول پسند حکمرانوں کی موجودگی میں محض عجمی الاصل غلاموں کو سامنے رکھ کر یہ تحریک اُٹھائی گئی اور تحریف پارٹی نے انہیں خوب استعمال کیا۔

طریقہ واردات یہ تھا کہ اگر کبھی پکڑ دھکڑ ہوگئی تو غلاموں کو قتل یا غائب کر دینے سے تحریف پارٹی خود محفوظ رہ جائے گی۔

عکرمہ البربری: یہ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام اور شاگرد تھے اور محدث ومفسر مشہور کیے گئے تھے۔ یحییٰ بن سعید الانصاری عکرمہ کو کذّاب کہتے تھے۔ امام مالکؒ عکرمہ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ آخر میں عکرمہ نے خوارج کا مسلک اختیار کر لیا۔ نیز

عکرمہ کو کسی نے بھی قاری ومقری نہیں لکھا۔

عبداللہ بن عامر: ولادت 21ہجری وفات 118ہجری۔علامہ تمنا عمادیؒ کی تحقیق کے مطابق عبداللہ بن عامر کی ولادت 21ہجری میں ہوئی،بچپن میں اپنے وطن دمشق رہے۔تابعی تھےاور شامی ہونے کی بنا پر خالص عرب تھے۔علامہ تمنا عمادی کے قیاس کے مطابق عبداللہ بن عامر اختلاف قراءت کی سازش میں شریک نہیں تھےان کی وفات کےوقت تک کوفے کے خاص محلوں اور خاص خاص گھروں میں تحریف پارٹی کے انتظامات کے تحت اختلاف قراءت کی کھچڑی چپکے چپکے پک رہی تھی۔**روایات** گھڑی جاری تھیں،**اسناد** جوڑے جارہے تھے۔الفاظ قرآنی کے اعراب اور نقطے اور کہیں رسم الخط اور کہیں الفاظ بدل بدل کر لکھے جارہے تھے۔عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے منسوب مصاحف مرتب کیے جارہے تھے۔زیادہ سے زیادہ غیر منقوط،بغیر اعراب کے مصاحف **پُرانے کاغذات** پر لکھے جارہے تھےاوران کی کتابت صحابہؓ میں سے کسی نہ کسی کی طرف **منسوب** کی جارہی تھی،محض یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ابتداء ہی سے قران غیر منقوط بغیر اعراب کے چلا آرہا ہے۔

غرض118ہجری(سن وفات عبداللہ بن عامر) کا زمانہ مختلف قراءتوں کی اشاعت کا نہ تھا۔بلکہ اشاعت کے لئے **لوازمات** وضع کرنے کا تھا۔باقی رہا صرف قران کا پڑھنا یا پڑھانا، اس کا تو مدرسہ ہر مسلم گھر میں موجود تھا۔ہر باپ اپنی اولاد کو،ہر شوہر اپنی بیوی کو اور ہر آقا اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو قران پڑھاتا تھا۔کسی قاری ومقری کی کہیں کوئی ضرورت ہی نہ تھی،بجز ان ممالک کے جو فتح ہوتے جارہے تھےاور جہاں اسلام اس وقت پھیل رہا تھا وہاں کے نومسلموں

کے لئے البتہ تعلیم قرآن کے لیے اساتذہ کی ضرورت تھی محض قاریوں اور مقریوں کی نہیں۔

عاصم بن ابی النجود الکوفی: ان کو عاصم بن بہدلہ بھی کہتے ہیں۔اسدیوں کے آزاد کردہ غلام تھے،محض اس لیے اسدی کہے جاتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ زربن حبیش الکوفی اور عبدالرحمٰن السّلمی سے قراءت حاصل کی اور ان سے اعمش اور منصور بن المعمر روایت کرتے ہیں۔یہ دونوں انکے قرابت مند تھے اور شیعہ تھے،کوفہ میں بنی اسد کا اور ہمدانیوں کا محلّہ خاص شیعوں کا محلّہ تھا۔اس لیے آپ ان عاصم صاحب کو بھی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیا تھے اور ان کے پروردہ اور شاگرد حفص کیا تھے۔مگر لکھا ہے کہ کان عثمانیًا (وہ حضرت عثمانؓ کے حمایتوں میں سے تھے)۔دراصل قوم کی اکثریت میں اعتبار اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے متعدد اسدی اور ہمدانی اور دوسرے **اہلِ کوفہ ازروئے تقیہ عثمانی بن گئے تھے،مگر حدیث اپنے اصل مسلک کی بہت روایت کرتے تھے**،اس لئے خاص اسدیوں اور ہمدانیوں کے عثمانی بن جانے یا اپنے کو اہلِ سنت ظاہر کرنے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

خود محدثین کے مطابق عاصم بن ابی النجود حافظہ کے بہت کمزور تھے۔احادیث یاد نہیں رکھتے تھے۔تحریف پارٹی کی عام دہشت گردی اور بخاری اور مسلم میں ان کی روایتوں کی وجہ سے رجال والے ان پر کھل کر کچھ نہ لکھ سکے۔عاصم قاریوں کے سرگروہ بھی بتائے جاتے ہیں۔127 یا 128 ہجری میں انکی وفات ہوئی۔

ابوعبدالرحمن السلمی الکوفی: جن کا نام عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ ہے عاصم کے ایک استاد تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے مگر ان کی شہادت کے بعد، خلافت کے حضرت معاویؓہ کی طرف منتقل ہونے پر عثمانی بن گئے۔ کوفہ میں رہے وہیں وفات پائی۔ ان کا سال وفات کوئی 70 ہجری اور کوئی 72 ہجری بتاتا ہے اور کوئی 85 ہجری لکھتا ہے۔ ایک نے انکی عمر نوے (90) برس بتائی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم دیتا ہے کہ کم از کم تین گروپ حقائق کو توڑنے مروڑنے میں مصروف تھے۔

واضعین حدیث سے غلطی رہ گئی کیونکہ اگر نوے برس عمر پائی اور پچاسی ہجری میں وفات پائی تو وفات نبوی کے وقت ان کو پندرہ برس کا ہونا چاہیے تھا اور صحابہ کرامؓ میں ان کا ذکر ہوتا اور اگر 70 ہجری یا 72 ہجری میں وفات پائی اور عمر نوے برس کی تھی تو وفات نبوی کے وقت ان کو پچیس برس کا ہونا چاہیے تھا اور صحابہ کرامؓ میں **ان کا ذکر ضرور ہوتا**۔

تحریف پارٹی نے احادیث وضع کرتے وقت ان کے بارے 70 ہجری میں نوے برس کی عمر میں انتقال اس لیے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے ان کا سماع بھی ثابت ہو اور عاصم بن بہدلہ کا ان سے قراءت سیکھنا بھی ثابت ہو سکے۔

واضعین متعلقہ احادیث میں ایک واضح سقم کو دور نہیں کر سکے۔

کہ 72 ہجری میں اگر ان کی وفات مان لی جائے اور عاصم بن بہدلہ کی وفات 127 ہجری مان

لیں تو دونوں کی وفات کے درمیان 55 برس کا فاصلہ پڑتا ہے۔تہذیب التہذیب الیمانی کے خلاصہ میں عاصم بن بہدلہ کا سال وفات 129ہجری لکھا ہے۔یوں عاصم کی وفات اور ابو عبدالرحمٰن کی وفات کے درمیان 58برس کا فاصلہ ہوتا ہے۔

زربن حبیش : عاصم کے دوسرے استاد جناب زربن حبیش اوران کے ساتھی شقیق بن مسلم ابووائل الاسدی کی وفات 83ہجری میں بتائی جاتی ہے۔دونوں اہلِ کوفہ کے نزدیک تابعین میں سے تھے اور وہ ان دونوں کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگردوں میں شمار کرتے ہیں۔

ان دونوں سے صرف اہلِ کوفہ ہی روایت کرتے ہیں۔اورکوفیوں کی ہی روایت سے علمائے رجال لکھتے ہیں کہ زربن حبیش زمانۂ جاہلیت کے آدمی تھے۔127برس کی عمر پائی،83ہجری میں وفات ہوئی۔جس کا مطلب ہے کہ بعثت نبوی کے وقت اکیس برس کے تھے،غور کیجیے تو صاف پتا چلتا ہے کہ کوفہ کے اسدیوں نے یہ دو نام گھڑ لیے تھے اورانہیں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد قرار دے کران سے روایتیں منسوب کرکے پھیلائیں۔

زربن حبیش اور شقیق بن سلمہ ابووائل دو فرضی شخصیتیں تھیں جن سے صرف کوفہ والے ہی منسوب کرکے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔لیکن جب ان کے اصل شاگرد مبینہ امام القراءت حفص بن سلمان ہی قابل وثوق نہ ہوں تو پھر ان کے اوپر کے ناموں کی وثاقت اور انکی روایات کی توثیق کی کیا ذمہ داری ہو سکتی ہے۔

حفص بن سلمان القاری: عاصم بن ابی النجود کی بیوی کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور ان کی گود میں پلے اور انہیں سے قراءت سیکھی اور انہیں سے روایت کرتے تھے۔ مگر اہل فن کی باتیں سنیئے، امام احمد بن حنبل اور ابو حاتم نے ان کو **متروک الحدیث** قرار دیا ہے اور یحٰیی بن معین نے **غیر ثقه**۔ علی بن الدانی نے ان کو **ضعیف الحدیث** کہا اور ترک کیا جبکہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ان کو **متروک الحدیث** لکھا ہے۔

صالح بن محمد نے کہا ہے کہ ان کی حدیث نہ لکھی جائے واحادیث کلھا منا کیر --- ان کی ساری حدیثیں مستحق انکار ہیں۔ ساجی نے کہا، سماک وغیرہ سے باطل حدیثیں روایت کیا کرتے ہیں۔ ابن خراش نے کہا کہ **کذاب متروک یضع الحدیث** (بڑا جھوٹا ہے، مستحق ترک ہے، حدیثیں گھڑتا ہے)۔ ابو احمد نے کہا کہ یہ گئی گزری حدیث والے ہیں۔

امام شعبہ نے یحی بن سعید سے کہا مجھ سے ایک کتاب مستعار مانگ کر لے گیا مگر واپس نہیں لایا۔ دوسروں کی کتابیں لے کر ان سے حدیثیں نقل کرلیا کرتے تھے۔ یحٰیی بن معین نے حفص کو **کذّاب** قرار دیا۔ ابن حبان کا کہنا تھا کہ حفص حدیثوں کے اسناد میں الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا اور مُرسل کو مرفوع بنا دیتا تھا۔ ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا:

واللہ لاتحل الروایة عنه (قسم اللہ کی حفص کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں)

یہ تمام اہل فن اور شیوخ الحدیث اصل بات نہیں کرتے، دراصل یہ سب

باتیں حفص صاحب اور تحریف پارٹی کے باہمی تعلق کو بیان کررہی ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس کا برتاؤ حدیث رسولؐ کے ساتھ اچھا نہ ہو کیا قرآن مجید کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا رہ سکتا ہے؟

حمزہ بن حبیب بن عمارہ: بنی تمیم میں سے کسی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مشہور امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی جو امام بخاری کے شیوخ میں سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے سیاسی اقتدار حاصل ہوتا تو جس کو حمزہ کی قراءت پڑھتے سنتا اسکی پیٹھ اور پیٹ کو (مارتے مارتے) درد سے بھر دیتا۔ امام ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

وقد ذمّہ جملعۃ من اہل الحدیث فی القراءۃ ابطل بعضہم الصلوۃ باختیارہ من القراءۃ (اہل حدیث کی ایک بڑی جماعت نے قراءت کے متعلق اس کی مذمت کی ہے اور بعض نے تو ان کی قراءت سے نماز میں قرآن پڑھنے سے نماز کے باطل ہونے کا فتوی دیا ہے)

علامہ ساجی اور رازدی نے انکی قراءت کی مذمت کی ہے۔ امام احمد بن حنبل بھی عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ کی طرح ایسے امام کے پیچھے نماز کو مکروہ سمجھتے تھے جو حمزہ کی قراءت میں قرآن پڑھے۔ ابوبکر کے نزدیک حمزہ کی قراءت بدعت تھی۔ ابن ورید نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حمزہ کی قراءت کو کوفے سے نکال باہر کردوں۔ یہ تو متقدمین کی آرا تھیں، مگر متاخرین نے حمزہ کی قراءت کے متعلق کیا فیصلہ کیا:

ابن حجر کی حمایت اور اجماع کا استعمال ملاحظہ ہو: بقول ابن حجر عسقلانی:

’’آخر میں لوگوں کا اجماع حمزہ کی قراءت کو قبول کر لینے کا ہو گیا، اور حمزہ کے لیے سفیان ثوری کی (تنہا) یہ شہادت کافی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حمزہ نے ایک حرف بھی ایسا نہیں پڑھا جو کسی نہ کسی اثر سے ثابت نہ ہو (یعنی کسی صحابی کے قول یا تقریر سے ثابت نہ ہو) اور تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے حمزہ والی مخصوص قراءت کو سنا اور خاموش رہے۔‘‘

قارئین ملاحظہ فرمائیں! ایک نیا دین مکمل کیا جا رہا ہے۔

علامہ تمنّا عمادی کا تبصرہ: علامہ تمنا مرحوم نے اس پر تبصرہ میں لکھا ہے کہ:

’’مگر حمزہ کی روایت 80 ہجری کی تو خود ابن حجر ہی لکھ رہے ہیں۔ بظاہر انہوں نے کسی صحابی کی صورت بھی نہیں دیکھی ہوئی۔ ان کے اساتذہ بلا استثناء سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں بھی زیادہ تر آزاد کردہ غلام اور شیعے تھے اور سفیان ثوری جو تنہا ان کے لئے گواہ بنے وہ بھی کوفی تھے، جن کے مذہب میں ضعفاء و مجروحین کی روایتیں بھی مقبول تھیں، اس لیے کیوں دیکھتے کہ حمزہ صاحب اپنی قراءت کے جو آثار پیش کرتے ہیں وہ کس قسم کے راویوں سے مروی ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ واقعی سفیان ثوری نے ایسا کہا بھی تھا یا نہیں۔ سفیان ثوری نے 161 ہجری میں وفات پائی جبکہ

ابن حجر آٹھویں صدی ہجری کی پیدائش تھے۔ان کی وفات 852ہجری
میں ہوئی سفیان ثوری 97ہجری میں پیدا ہوئے۔انہوں نے تو کسی صحابی کی
پرچھائیں تک نہیں دیکھی ہوگی۔

شیعہ پارٹی اور حدیث: اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے محدث العصر علامہ تمنا عمادی مرحوم کی کتاب ''اعجاز القرآن واختلاف قراءات سے مختصرًا لیا گیا ہے۔قارئین سے گزارش ہے کہ یہ کتاب ضرور پڑھیں۔مذکور بالا کتاب کے صفحہ 722و723،پر علامہ موصوف نے لکھا ہے:

''مختصر یہ ہے کہ دنیا میں حدیثوں کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو خاص اہلِ سنت کی حدیثوں کا مجموعہ کہی جاسکے۔ہر کتاب میں شیعوں کا حصہ رسدی موجود ہے۔
اس لیے کسی کتاب حتٰی کہ بخاری ومسلم کو بھی خاص اہلِ سنت کی کتابیں سمجھنا سخت غلطی بلکہ ظلم ہے۔شیعہ ہی نہیں بلکہ خارجی،معتزلہ،قدریہ،جبریہ اور جہمیہ،ہر مذہب کی حدیثیں ان میں موجود ہیں۔مگر شیعوں کے سوا کسی مذہب نے بٹوارہ کر کے اہلِ سنت سے علیحدگی اختیار کی نہ کسی اور مذہب والوں نے اپنی حدیثیں اہلِ سنت سے الگ ہو کر جمع کیں،جبکہ شیعوں نے علیحدگی اور مکمل علیحدگی اختیار کی۔بس اس کا فرق ہے۔
اختلاف قراءت کی روایات میں آپ شیعہ روایان حدیث کو بہت دیکھیں گے۔
'' اُنْزِلَ الْقرآنُ عَلَی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ '' والی وضعی حدیث کوفہ ہی میں بنی اور وہیں

سے شائع ہوئی۔ شیعہ ہی اس کے ابتدائی راوی ہیں اور درمیان میں بھی شیعہ راوی ملیں گے۔ مگر بٹوارے کے بعد انہوں نے اس سے خود انکار کردیا۔ چنانچہ اصول کافی میں انکا انکار موجود ہے کہ:

"اُنْزِلَ مِنْ وَاحِدٍ عَلَی حَرْفٍ وَاحِدٍ" (خدائے واحد کی طرف سے قرآن اترا ہے اور صرف ایک ہی قراءت پر اترا ہے)

اور یہی صحیح ہے۔ منافقین جو شیعوں میں گھلے ملے تھے، وہ تو تیسری صدی تک ختم ہو گئے تھے۔ تھوڑے بہت ان کے ذرات رہ گئے تھے۔ چوتھی یا پانچویں صدی میں تو اسلام سے نفاق کا وہ زور باقی نہیں رہا تھا، البتہ صحابہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ساتھ بغض وعناد بڑھتا گیا مگر نفس اسلام اور قرآن و رسول سے وہ بغض وعناد جو منافقین کو تھا عام شیعوں میں نہ رہا۔"

یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ مجلّہ رشد کے مطابق شیعہ حضرات کو اختلاف قراءت سے متفق بتایا گیا ہے، دوبارہ ملاحظہ ہو کتاب ھٰذا کا صفحہ 15 اور 22۔

مجلّہ رشد کے دعاوی کی حقیقت: مجلّہ "رشد" کے معزز کار پردازان کے مطابق لوگ قرآن مجید روایت ورش، روایت دوری اور روایت قالون میں صدیوں سے پڑھتے اور پڑھاتے چلے آرہے ہیں، جبکہ کتاب "حیاتِ رسول امّی" کے مصنف جناب خالد مسعود نے اس کے صفحہ 539 پر انکشاف کیا ہے کہ:

"تیرہ سو برس تک کسی نے کسی دوسری قراءت پر قرآن شائع کرنے کی جسارت نہیں کی۔ مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں پہلی مرتبہ 1930 میں مصر میں ورش عن نافع کی قراءت پر قرآن شائع کیا گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی سوڈان میں الدوری عن ابی عمرو اور 1981ء میں تیونس میں قالون عن نافع کی قراءت پر قرآن شائع ہوئے۔ یہ قراءتیں شمالی اور مغربی افریقہ کے بعض حصوں میں رائج کی گئی ہیں، باقی تمام اسلامی دنیا میں قران وہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔"

اس انکشاف سے ثابت ہوتا ہے کہ 1930ء تک ان تین قراءتوں کی کتابی شکل میں رونمائی نہیں ہوئی۔

گویا تحریف پارٹی اس کے لیے ابھی انتظامات مکمل کر رہی تھی۔

امام طبری اور قراءات: علامہ تمنا عمادی کے مطابق امام طبری وفات (310ہجری) کی زندگی تک اختلاف قراءت کا وجود نہ تھا۔ اس وقت عجمیوں اور موالی قسم کے لوگوں کو آگے رکھ کر صرف "اُنْزِلَ الْقُرآنُ عَلَی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ" کا ڈھول پیٹنا کافی سمجھا گیا تھا اور چھ قراءتوں کے غائب ہونے کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے امت کو قرآن میں اختلاف سے بچانے کے لیے چھ قراءتوں کو ترک اور ضائع کروادیا

تھا اور صرف ایک قریش کی قراءت کو باقی رکھا تھا (1)

امام ایک قراءتیں دو: مجلّہ ''رشد'' کے شمارہ جون 2009ء کے صفحہ 216 کے مطابق متواتر قراءات دس تھیں مگر آج چار قراءتوں کو مقبولیت حاصل ہے، جن میں سے ایک وہ ہے جو برصغیر ہندو پاک میں بلاشرکت غیرے پائی جاتی ہے۔ مجلّہ مذکور کے صفحہ 217 کے مطابق باقی تین مقبولیت عام والی قراءتوں میں دو قراءتوں کے راوی نافع کے شاگرد قالون اور ورش ہیں، جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے مختلف معانی کی حامل ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا نافع صاحب نے قالون کو ایک اور ورش کو کوئی دوسری قراءت سکھائی تھی؟ گویا انہیں اختلافات کا امام کہنا صحیح ٹھہرا!

کیا مقبولیت عامہ بھی دین ہے؟ اگر بالفرض قرآن مبینہ سات قراءتوں میں نازل ہوا، جن میں سے اس وقت مبینہ طور پر چار قراءتوں کو مقبولیت عامہ حاصل ہے،

---

(1) مسلمانوں کے دشمن باخبر ہیں۔ مسلمانوں کے زوال اور انحطاط کے دور میں تحریف پارٹی نے سرمایہ اور دہشت گردی کو خوب استعمال کرتے ہوئے ہمارے نام نہاد مذہبی پیشواؤں کے ذریعے قرآن میں اختلاف قراءات کے پھیلائے گئے غلط اور مکمل طور پر جعلی عقیدہ کو عملی جامہ پہنایا۔ پاکستان میں کچھ عرصہ سے جامعة لاہور الاسلامیة (رحمانیہ) کے کلیة القرآن والعلوم الاسلامیة کے ہاتھوں اس باطل عقیدہ کی پھر سے آبیاری کی جا رہی ہے۔

تو ارشاد فرمائیں کہ:

باقی قراءتوں کی مقبولیت عامہ کا کیا بنا؟

کیا اب نظریہ ضرورت کے تحت مقبولیت عامہ کو بھی ماخذ کی حیثیت دی جایا کرے گی؟

اوران شیوخ الحدیث کے ہاں،

قراءات کی اپنی اپنی مقبولیت عامہ بھی گل کھلائے گی۔

فرمان رسولؐ ـــــ انکے گلے میں پھنسی ہڈی: مجلّہ ''رُشد'' کے معزز کار پرداز ان جو مجلّہ کی مجلس مشاورت کے ارکان ہونے کے ساتھ ساتھ شیوخ الحدیث والقرآن بھی بنے بیٹھے ہیں۔ یقیناً ان کے علم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

تُکْثَرُ لَکُمُ الْاَحَادِیْثُ بَعْدِیْ فَمَارُوِیَ لَکُمْ حَدِیْثٌ عَنِّی
فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَمَا وَافَقَہٗ فَاقْبَلُوْہُ وَمَا خَالَفَہٗ فَرُدُّوْہُ۔

(میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی تو جو حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے کی جائے، اس کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو، اگر اس کے مطابق ہو تو قبول کرلو اور اگر اس کے خلاف ہو تو رد کردو۔)

قارئین صد احترام !

چونکہ دو یا زائد قراءتیں مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں، اس لیے قرآن مجید میں ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں، اور قرآن کے اس ارشاد کی رو سے، جس میں کہا گیا ہے:

... وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○

(اور اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا (یعنی انسانی تصنیف ہوتا)

تو لوگ اس میں بہت سے اختلافات پاتے)۔ (النساء 82:4)

لہٰذا قرآن میں ایک سے زائد کسی قراءت کا نہ کوئی جواز ہے اور نہ امکان۔

اہلحدیث علماء کا رسول اللہؐ کی حدیث کیساتھ سلوک:

علامہ تمنا عمادی مرحوم نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن واختلاف قراءات'' کے صفحہ 234 پر مذکور بالا حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں پہلے موجود تھی، بعد کو شیوخ الا حادیث نے دیکھا کہ اس حدیث سے تو سینکڑوں حدیثیں غلط اور قابل ردّ ٹھہر جائینگی، اس لیے اس حدیث کو بخاری کے نسخے سے نکال پھینکا۔

مگر قدیم کتابوں میں بخاری ہی کے حوالہ سے یہ حدیث اور اس کا بیان موجود ہے،

چنانچہ ''توضیح وتلویح'' جو اصول فقہ حنفی کی نہایت مشہور ومعروف کتاب ہے اور تقریباً تمام عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں آج بھی داخل ہے، اس میں بخاری کے حوالے سے یہ حدیث مذکور ہے۔ اس پر علامہ تفتازانی نے کچھ خفگی کا بھی اظہار کیا ہے، مگر اس روایت کو بخاری کی روایت مانتے ہوئے، پھر سید السند نے علامہ تفتازانی کا جواب بھی اپنے حاشیہ میں دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے جس کا تمہیں انکار نہیں، لہٰذا اس حدیث کی صحت کے لیے یہی کافی

ہے کہ کہ اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب میں درج فرمایا۔ غرض ان تینوں بزرگوں کے وقت تک یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود تھی ——

یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ مسند احمد میں، جاحظ کی کتاب البیان ج 2-14 میں، تفسیر.. ابن جریر طبری جلد 25-61 میں، ملا جیون کی تفسیر احمدی اور شیعوں کی سب سے پہلی اوران کے ہاں سب سے زیادہ مستند کہی جانے والی کتاب حدیث ''اصول کافی'' میں بھی موجود ہے، تھوڑے تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ۔

اس لیے صحیح حدیثیں وہی ہیں جو قرآن کے مطابق ہوں، جو احادیث بھی خلافِ قرآن ہوں خواہ وہ کیسے ہی قوی سے قوی اور اعلیٰ سے اعلیٰ اسناد سے کیوں نہ مروی ہوں اور کتنے ہی طرق سے اس کی روایتیں آئی ہوں۔ یقیناً اس کے وہ تمام طرق موضوع، مکذوب اور مردود ہی ٹھیریں گے۔"

حدیث "فاعرضوه علیٰ کتاب اللّٰہ...." اور احناف:

جناب مفتی محمد طاہر مکی نے اس موقع پر حاشیہ میں مزید وضاحت کے طور پر لکھا ہے:

''امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سب سے اہم شاگرد اور تاریخ اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی میں حَدثُنا الثقۃ کہہ کر یہ حدیث بیان فرمائی ہے اور اسے احناف کا بہت اہم اصول قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی اصول فقہ کی تمام معتبر کتابوں، اصول سرخسی اور اصول بزدوی سے لے کر نور الانوار

اوراصول الشاشی تک میں اس حدیث کو بیان کر کے اس اہم اصول کی تائید کی جاتی ہے۔

عالم اسلامی میں حنفی حضرات کل مسلم آبادی کا دوتہائی ہیں۔جس کا مطلب یہ ہے کہ

اس حدیث میں بیان کردہ اصول کی صحت پر مسلمانوں کی عظیم ترین اکثریت متفق ہے۔''

مجلّہ ''رشد'' کے کارپردازان بحمد اللہ سنی ہیں، اور سنی امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں، لہٰذا روایات کی جانچ پڑتال کے متعلق کسوٹی قران ہی ہونا چاہیے۔

اس اعتبار سے قراءات کے چار، سات، دس یا چودہ ہونے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہ قراءات مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں اور باہم اختلاف کا باعث، جبکہ قران میں اختلاف کے وجود کی مطلقاً نفی گئی ہے۔لہٰذا قرآن مخالف ہونے کی وجہ سے رسول اللہ کے قرأت کے علاوہ سب قراءات جعلی اورمردود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کوصرف قران دیا تھا:

مجلّہ "رشد" کے کارپردازان کو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کوصرف قران دیا تھا۔ جسے آپؐ نے ہر آیت کے نزول پر لکھا، لکھوایا اور حفظ کروایا تھا، ترتیب دیا تھا، نقاط اور اعراب لگائے اور لگوائے تھے۔قران مجید وہ کتاب ہے جس کو جمع کرنے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) پڑھنے اور پڑھوانے کا ذمہ اللہ تعالٰی نے لے رکھا ہے۔اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ o(القیٰمۃ17:75)۔

یہ ایک وعدہ بھی ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ سورہ القیامۃ میں یہ وعدہ بھی کیا گیا ہے کہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗo (پھر اس کو بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے (القیٰمۃ19:75)۔

آیۃ کریمہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗo میں قران کا لفظ اپنے مصدری معنے میں قرأۃ (اور اقراء) کے مفہوم کا حامل ہے یعنی پڑھنا اور پڑھوانا یا پڑھانا کے معنی میں ہے۔

اور جَمْعَهٗ سے مراد صحیفوں (سورتوں) میں کتاب اللہ کو جمع کرا دینا اور وَ قُرْاٰنَهٗ سے ان صحیفوں کی قراءت مراد ہے، چاہے صحیفے دیکھ کر ہو یا یاد کر لینے کے بعد زبانی ہو۔

یہ بھی ماننا ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ ذمہ داری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پوری ہو سکتی تھی کیونکہ رسول اکرمؐ کی زندگی میں دین مکمل ہو گیا اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوا۔

رسول کریمؐ لکھنا پڑھنا جانتے تھے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس کا ثبوت اس آیت کریمہ (الفرقان 5:25) سے ملتا ہے:

وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًاo

(مشرکین نے) کہا کہ قرآن تو پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (محمدؐ) نے لکھ لی ہیں اور صبح وشام اُسے لکھوائی جاتی ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کی تردید نہیں کی کہ رسول اللہ نے وہ اَسَاطِيْر خود لکھ لی ہیں اور صبح شام اس کام (املاء کیے جانے) سے واضح ہے کہ قرآن مجید روزانہ لکھوایا اور

لکھا جاتا تھا، اور آپؐ خود بھی لکھتے تھے۔

....فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ.... (المزمل 20:73) میں نبی کریمؐ اور صحابہ ؓ کو جس قدر سہولت سے ممکن ہو قرآن پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ قرآن لکھا اور لکھوایا جاتا تھا اور آپؐ اور صحابہ ؓ قرآن پڑھا کرتے تھے، تا کہ اسکی تعلیمات سے آگاہ ہو کر ان پر عمل کریں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ....

(الاحزاب 34:33) میں ازواج النبی کو اللہ تعالیٰ کی آیات جو ان کے گھروں میں تلاوت کی جاتی تھیں اور حکمت کی باتیں پیشِ نظر رکھنے کا حکم ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے متعدد نسخے تیار کیے جاتے تھے، جن میں سے کچھ ازواج مطہرات کو دیے جاتے تھے، جن کی وہ تلاوت کیا کرتی تھیں۔

قرآن کریم رسول ؐاللہ اور صحابہؓ کے ہاتھوں لکھا گیا:

آیات کریمہ (عبس 11:80 تا 16)

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ o فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ o فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ o

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ o بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ o كِرَامٍ بَرَرَةٍ o

(یوں نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے، لکھا ہوا ہے عزت والے اوراق میں، اونچے رکھے ہوئے، نہایت ستھرے ہاتھوں میں لکھنے والوں کے، جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں۔) ترجمہ شیخ الہندؒ

سفرہ — سافر کی جمع ہے اور معنی ہے خوش نویس اور ماہرین کتابت۔

قارئین کرام! دین اسلام کا ایک مرکز تھا۔

وحی نازل ہونے کے بعد رسول کریمؐ اس کو خود قلمبند فرمایا کرتے تھے،

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کام میں شامل ہوتے تھے،

اور پھر کاتبین وحی (صحابہ کرامؓ) کو لکھوایا کرتے تھے۔

اور یہ سلسلہ التزاماً صبح و شام جاری رہتا تھا۔

قران کریم نے اس آیت میں ان تمام لکھنے والوں کی پاکیزگی، دیانت، نیکوکاری اور بزرگی کی شہادت دی ہے۔ جو کتاب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جیسے پاکباز انسانوں کے ہاتھوں ضبط تحریر میں لائی گئی ہو اس کے متعلق کسی قسم کا بھی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

جبکہ صحاح ستہ کی کتابت تیسری صدی کے آغاز میں شروع ہوئی تھی،

اور مرکز اسلام کے مقابلہ میں یہ سب انفرادی کاوشیں ہیں۔

امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے جو ان کے پاس جمع ہو گئی تھیں، تقریباً تین ہزار کا انتخاب فرما کر بقایا کو مسترد کر دیا۔

ان کے مرتبہ کردہ مجموعہ احادیث میں بہت سی ایسی احادیث اب بھی شامل ہیں جو اخلاق اور خود ان کے اپنے ٹھیرائے ہوئے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے غلط ہیں۔

آج ان کا تسلیم کرنا ایمان کا تقاضا بتایا جاتا ہے، اور دہشت گردی کا سہارا لیا جاتا ہے۔

مگر اصل یہ ہے کہ ظنی شے دین نہیں بن سکتی۔

قران مجید کی حفاظت اور قراءت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور اس ذمہ داری کو نبی کریمؐ کے ذریعے پورا کیا گیا، جنھوں نے صحابہ کرامؓ سے قرآن کی آیات کو شروع سے آخر تک ربانی قراءت اور ترتیب کے مطابق لکھوا کر اور ان کے سینوں میں محفوظ کروا کر امتِ مسلمہ کے سپرد کیا اور نبی کریمؐ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے قران کی حفاظت اور نشر و اشاعت کا اہم دینی فریضہ سر انجام دیا۔

قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم نے کچھ اور نہ لکھوایا: یہ حقیقت ہے کہ ہمارے لیے، قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم نے کچھ نہ لکھوایا، نہ یاد کروایا، نہ سنا، نہ اسکی صحت کی کوئی سند عطا کی اور نہ خلفائے راشدینؓ نے احادیث کا کوئی مجموعہ تیار کیا، یا کروایا اور نہ کوئی جماعت تشکیل دی جو انہیں یاد کرے۔ اس کا ثبوت رسول کریمؐ کے اس فرمان سے ملتا ہے:

لَاتَكْتُبُوْا عَنِّى غَيْرَ الْقُرْآن وَمَنْ كَتَبَ عَنِّى شَيْئًا فَلْيَمْحُهُ

(مجھ سے سوائے قران کے اور کچھ نہ لکھو اور جو کسی نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو تو اس کو مٹا دے۔)

قارئین محترم!

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، مگر ان شیوخ الحدیث

کو اچھی نہیں لگتی، وہ اس کی تاویلیں کرتے نہیں تھکتے مگر سچی بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم روز روشن کی طرح واضح ہے اور ہر ایک مسلمان پر آج بھی لاگو ہوتا ہے، اور ہمارے عمل کا انتظار کرر ہا ہے۔

صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے یا جو کچھ انہیں کرتا دیکھتے وہ اپنے لفظوں میں دوسرے صحابہؓ کے علم میں لے آتے تھے، جو کسی وجہ سے کسی وقت حاضری سے قاصر رہتے، مگر لکھنے سے قصداً احتراز کرتے۔

منافقین، مرتدین اور مکذبین: شیخ طاہر جزائری کی کتاب:

"توجيه النظر الى اصول الاثر" کے صفحہ 246 پر لکھا ہے:

وقد كذب على رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم وهو حي وقد كان في عصر الصحابة منا فقون و مرتدو ن۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جھوٹ بولا گیا اور زمانہ صحابہ میں منافقین اور مرتدین موجود تھے۔)

قارئین کرام!

آج بھی ان منافقین اور مرتدین کی کمی نہیں، جنہوں نے اللہ کے دین میں تحریف کو نہ

صرف اپنی روزی روٹی اور تن آسانی کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

بلکہ وہ اب تحریک تحریف فی الاسلام کے

ہراول دستہ کے علم بردار بن رہے ہیں۔

بزرگ ماہرینِ کتابت: بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ۙ۝ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ۝ وہ خوش نویس

ماہرینِ کتابت بڑے درجوں والے اور نیکوکار لوگ تھے جو قرآن لکھا کرتے تھے۔

زید بن ثابتؓ واحد کاتب نہ تھے۔

خلیفۃ الرسول الراشد المھدی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی قران لکھتے تھے۔

اماں خدیجۃ الکبریٰؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن لکھا کرتی تھیں۔

یہ الگ موضوع ہے کہ واضعین حدیث کے لیے یہ نام ہمیشہ **سوھان روح** ہی رہے،

اور یوں وہ مسلمانوں کے نزدیک، مکہ مکرمہ کی افضل ترین فیملی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور زَوجۃُ الرَّسول اماں خدیجۃ الکبریٰؓ،

اور دنیا و مافیھا کی افضل ترین معیّت!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیارے دوست ابو بکر صدیقؓ

دونوں کا، مل کر قران لکھنے کے بارے میں روایات درج نہیں کر پائے۔

کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر انہوں نے قران نہ لکھا ہو مگر تحریف پارٹی کے زیر اثر آئمہ حدیث نے ایسی روایات دانستہ درج کرنا مناسب نہیں سمجھا، یا بعد میں ایسی روایات کو غائب کر دیا گیا۔ ممکن ہے تحریف پارٹی ان کی کتابوں کو edit کرتی رہتی ہو۔

اسی طرح خلیفہ ثانی الراشد المهدی عمر ابن الخطاب، حضرت عثمان ذی النورین اور حضرت علی رضوان اللّٰہ تعالٰی علیهم اجمعین پڑھے لکھے صحابہؓ میں شامل تھے، قران بھی لکھتے پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو کتاب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال للحافظ جمال الدین یوسف المزی، المجلدالاول، صفحہ 96، فصل فی ذکر کتّابه ورسله صلّی اللّٰه علیه وسلّم۔

صحابہ کا رسول اللہ اور قران سے تعلق: ان نفوس قدسیہ جن سے خدا بھی راضی ہوا، کا رسول اللہ اور قرآن سے تعلق ان شیوخ الحدیث کو سمجھ ہی نہیں آ سکتا۔ اس کی بنیادی وجہ قران کریم میں بیان کر دی گئی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍo

بے شک جن لوگوں نے اللہ کی کتاب کے متن میں اختلاف کیا وہ سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

قرآن مجید کی الٰہی ترتیب کے ثبوت کے لیے سورۃ البقرۃ میں جو دوسری سورۃ ہے۔

فرمایا:

وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن
مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَo
فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَo (البقرۃ2: 23،24)

سورۃ ھود میں، جو گیارہویں سورۃ ہے:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا
مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَo(سورۃ ھود13:11)

کے چیلنج کافی ہیں۔ دوسری سورۃ میں ایک اور گیارہویں سورۃ میں قرآن جیسی دس سورتیں بنا کرلانے کے چیلنج واضح کررہے ہیں کہ **قرآن کی ترتیب الٰھی ترتیب** ہے۔

مزید یہ کہ قران کتابی شکل میں موجود تھا،
اس کی خوب نشرواشاعت کی جاتی تھی،
اور مخاطب معاشرہ یہاں تک جانتا تھا کہ کتنی سورتیں نازل ہوچکی ہیں،
نیز لکھی جا چکی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ:

....وَإِنَّهُ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ o لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ o (حٰمٓ السجدة 41:41-42)

باطل نہ اس (قرآن) کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے، یہ ایک بڑی حکمت والے مستحق ہمہ ستائش کی طرف سے (اتری ہوئی) کتاب ہے۔

قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کردیا ہے۔ لہٰذا قرآن کے سات حروف پر نزول والی حدیث جعلی اور مردود ہے۔ اور قران کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتناء ہی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی دینی حیثیت ہے۔ جو لوگ اس وضعی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ یہ روایت تحریف کرنے والے قرآن کے دشمنوں کی گھڑی ہوئی ہے۔

وضعی روایات کے پرستار علماء:

ہمارے مذہبی رہنماؤں اور علماء پر تعجب ہے کہ وہ وضعی روایات کے پرستار بنے ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایسی باتوں کو بھی مانتے ہیں، جن میں ان کی شان میں گستاخیاں واضح طور پر پائی جاتی ہے، مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابیؓ کو ایک قراءت سکھاتے، دوسرے صحابی کو اس سے مختلف اور تیسرے صحابی کو ان دونوں سے مختلف اور فرماتے کہ یہ قراءت بھی صحیح ہے اور دوسری اور تیسری قراءت بھی صحیح ہے۔

اگر قرآن مجید میں دو یا تین سے زائد قراءتیں مانی جائیں، تو بھی یہ دو یا تین یا زائد قراءتیں تمام صحابہ ؓ کو یکساں طور اکھٹا سکھائی جانی چاہئے تھیں، تا کہ وہ ایک دوسرے سے الجھنے سے بچے رہتے اور اپنا جھگڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لیجانے کی لا حاصل منسوب کہانیاں وضع کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

ملا اور خدا کا تصور: کیا اس قسم کی صورت حال کے پیش آنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ایک قراءت وحی ہوتی تھی، (میرے منہ میں خاک) پھر اللہ تعالیٰ بعد میں آپؐ پر دوسری قراءت نازل فرما دیتا تھا اور آپ پہلے صحابی ؓ کو پہلی، دوسرے کو دوسری قراءت اور تیسرے ملنے والے صحابی ؓ کو تیسری قراءت سکھا دیا کرتے تھے؟

اور **شاید** (خاکم بدہن) وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ جو حکیم، خبیر اور خالق ارض وسماوات ہے پہلے نازل ہونے والی قراءت کے بعد ان شیوخ الحدیث کی طرح سوچتے تو انہیں اس کے مقابلہ میں ایک اور قراءت زیادہ موزوں نظر آتی تو وہ رسول اللہ کو فوراً اس کی وحی کر دیتے۔

اور پھر **مزید غور** پر معلوم ہوتا کہ ان دو قراءتوں سے ایک اور زیادہ موزوں ومناسب قراءت کی ضرورت ہے، چنانچہ اُسے دیکر جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ تک پہچانے کے لیے دوڑا دیتے....... علیٰ ھٰذا القیاس۔

دراصل یہ شیوخ الاحادیث اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی اپنے جیسا انسان ہی سمجھتے ہیں ،انسانوں کو وقفہ وقفہ سے ،طبیعت ،میلان اور حالات کے مطابق مزید باتیں سمجھ آتی جاتی رہتی ہیں۔

ان شیوخ الاحادیث کو اتنی بھی سمجھ نہیں آتی کہ ان روایات کو نقل کرتے وہ اللہ اور رسولؐ پر کتنا افتراء اور تہمتیں نقل کر جاتے ہیں۔

سات قراءتیں گھڑنے والے قران دشمنی میں تمام حدیں پھلانگ گئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ،رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین ،سب کی شان میں گستاخیوں پر گستاخیاں کرنے پر اتر آئے ،اور روایت پرست علماء نے عقل وخرد کو ایک طرف ہٹا کر نعرہ:

"السنة قاضية على الكتاب" ـــــ سنّت قاضی (حاکم) ہے قرآن پر۔

بلند کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔

متعدد قراءات کے قائل علماء کو معلوم ہونا چاہئے کہ قران مجید میں واضح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط (پس کیا تم قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔)

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا o (اگر یہ قران اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں (تھوڑا نہیں بلکہ) بہت اختلاف پاتے۔)

ملاحظہ ہو کتاب ھٰذا کا صفحہ نمبر 27 اور 28

اوروہ ان واضح آیات کے **دیدہ دانستہ منکرین** بن رہے ہیں، جبکہ خود ہی **دوسروں** کے لیے فرماتے ہیں کہ **قرآن حکیم** کی **ایک آیت کا انکار بھی کفر** ہے۔

یہ بھی فرمائیں کہ **لِمَ تقولون ما لا تفعلون** کا مطلب کیا ہوگا؟

سید مودودی کا "باقاعدہ" علمی مطالعہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ماہنامہ ترجمان القرآن کے شمارہ جون 1959 میں، جسے مجلّہ "رشد" نے اپنے ستمبر 2009ء کے شمارہ میں شامل اشاعت کیا ہے (صفحہ نمبر 46)، ایک استفسار کے جواب میں فتویٰ دیا ہے کہ:

*"یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید آج ٹھیک اسی صورت میں موجود ہے جس میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور اس میں ذرہ بھر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن یہ بات اس کے ساتھ قطعی صحیح ہے کہ **قرآن میں قرأتوں کا اختلاف تھا اور ہے۔**"*

اور اس تضاد کے حق میں یہ استدلال فرمایا ہے کہ:

*"جن لوگوں نے اس مسئلے کا **باقاعدہ علمی طریقے سے مطالعہ نہیں کیا** ہے وہ محض سطحی نظر سے دیکھ کر بے تکلف فیصلہ کر دیتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں باہم متضاد ہیں اور ان میں سے لازماً کوئی ایک ہی بات صحیح ہو سکتی ہے۔"*

قارئین کرام!

غور فرمائیں جناب السید مودودی کیا فرما گئے ہیں:

یعنی اگر قرآن صحیح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہوا ہے تو اختلافات قراءت کی بات غلط ہے، اور اگر اختلاف قراءت صحیح ہے تو پھر معاذ اللہ قرآن ہم تک صحیح طریقے سے منتقل نہیں ہوا ہے۔

مزید ارشاد ہے:

”حالانکہ فیصلے صادر کرنے سے پہلے یہ لوگ کچھ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں تو خود بھی غلط فہمی سے بچ جائیں اور دوسروں کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کا وبال بھی اپنے سر نہ لیں۔“

اور اس کے بعد فرمایا:

”یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس رسم الخط میں ابتداءً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی کتابت کرائی تھی اور جس میں حضرت ابوبکرؓ نے پہلا مصحف مرتب کرایا اور حضرت عثمانؓ نے جس کی نقل بعد میں شائع کرائی اس کے اندر نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے بلکہ نقطے بھی نہ تھے، کیونکہ اس وقت تک یہ علامات ایجاد نہ ہوئی تھیں۔ اس رسم الخط میں پورے قرآن کی عبارت یوں لکھی گئی تھی:

کٮاٮ احکمٮ اٮٮه ٮم ڡصلٮ مں لدں حکٮم حٮٮر ۝

یعنی ... كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝

(ھود 11:1)

اب السید مودودی کی ہرزہ سرائی تو جاری ہے، **مگر** یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے،
کیا ب ت ث کو "ٮ" لکھ کر آج کے سینکڑوں مودودی صاحبان،
جامعۃ لاہور الاسلامیہ کے سارے شیوخ القرآن والحدیث،
نیز انکے فرقہ کے سارے قاری اور مقری مل کر یا ان میں سے کوئی اپنے باپ کا بیٹا،
یقینی طور پر بتا سکتا ہے کہ ان میں سے کون سا حرف مراد ہے؟

اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔ نیز ملاحظہ ہو صفحہ 97

یہ بھی لاجواب بات ہے کہ استاد اور طالب علم ان حروف میں امتیاز کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟ کیا ان کے پاس فرشتے آتے تھے اور انہیں پڑھاتے تھے؟؟

حقیقت یہ ہے کہ ان موضوع احادیث کے واضعین، اور قران مخالف ان احادیث پر ایمان لانے والے، انسانی سطح پر سوچ ہی نہیں پائے۔

سیدھی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران پڑھ کر سنا دیا ہے اور صحابہ کرام نے سن لیا ہے، سن کر یاد کر لیا ہے، لکھوا دیا اور لکھے ہوئے میں کتابت کی غلطی کی اصلاح بھی کرا دی، تو مودودی صاحب اور ان ائمہ اختلافات کی اعراب اور نقطوں والی باتیں محض لایعنی رہ جاتی ہیں۔

جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ نزول قران کے دور میں قریش نقاط والے حروف نقاط کے ساتھ ہی استعمال کرتے تھے، اسی طرح زبر، زیر، پیش، شد، مد اور جزم کی علامات بھی بعد میں وجود میں نہیں لائی گئیں، بلکہ اس رسم الخط کے اس دور سے ہی کسی نہ کسی شکل میں موجود چلی آرہی تھیں جو قران مجید کے نازل ہونے سے صدیوں پہلے گزر چکا تھا۔

گویا زبر، زیر، پیش، شد اور مد کی موجودگی کے مطابق حروف ابجد کی اپنی اپنی صوتی ادائیگی پہلے سے موجود تھی۔

عربی مبین: عربی زبان، جسے یہ شرف حاصل ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُسے اپنی آخری کتاب اپنے آخری نبی پر نازل کرنے کیلیئے منتخب فرمایا ہو، قرآن کے نزول کے وقت خام حالت میں نہیں ہوسکتی تھی، کہ پتا ہی نہ چلے کوئی لفظ ب ہے یا ت ہے یا ث ہے،

ج ہے یا ح یا خ ہے،

د ہے یا ذ ہے، ر ہے یا ز ہے، س ہے یا ش یا ص ہے یا ض،

ط ہے یا ظ، ع ہے یا غ، ف ہے یا ق وغیرہ وغیرہ،

اور نہ **پتہ چلے** کہ کسی لفظ پر زبر ہے یا پیش یا نیچے زیر ہے، یا اس پر جزم ہے یا شد ہے یا مد ہے۔ جبکہ زبر زیر پیش سے کسی لفظ کے معنی میں فرق پڑ جانا کوئی معمولی بات نہیں۔

جہالت کی انتہاء: عربی زبان کا نزول قران کے وقت مذکورہ بالا خامیوں سے متصف ہونے کی باتیں قران کی دشمن تحریف پارٹی کی اڑائی ہوئی ہیں، اور ہمارے اسلاف میں سے بہت سے زعماء اور بظاہر شیوخ القرآن والحدیث محض روزی روٹی اور اپنی تن آسانی نیز اپنی جان کی امان کے لیے انہیں پھیلاتے رہے ہیں۔

لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مودودی صاحب ان خامیوں کے وجود کے انکشاف کو اجاگر کرنے کو **علمی مطالعہ** کا نام دیتے ہیں جبکہ ان کا یہ **علمی مطالعہ** محض ان کی **جہالت کی انتہا کا ثبوت** ہے۔

ہرزہ سرائی: یہ ہرزہ سرائی اس زبان کے بارے میں کی جا رہی ہے، جسے اہل فن نے ایک ایسی زبان کے طور پر تسلیم کیا ہے، جو معانی اور مفاہیم کو دوسروں تک پہنچانے میں، دیگر زبانوں کے مقابلہ میں کمال برتری کی حامل ہے۔

تحریف پارٹی: یہ سمجھنا کہ یہ خامیاں عجمی الاصل قراء کے تیسری صدی میں نمودار ہونے تک مخفی رہیں اور انہوں نے آ کر ان کا انکشاف کیا، محض **خود فریبی** ہے۔

ان کے لیے تحریف پارٹی اور اس کے آلہ کاروں نے بہت محنت کی ہے۔

عربی ایک علمی ادبی زبان ہے۔ فارسی اور اردو میں اس کے ہزاروں لاکھوں الفاظ شامل ہیں۔

اس میں آج سے صدیوں پہلے اکیلا تثنیہ کا صیغہ شامل ہونا ہی اسے دیگر زبانوں سے ترقی یافتہ زبان ثابت کرتا ہے۔

تیسری صدی کے یہ قاری اور مقری اسلام کے خلاف فتنۂ عجم کے حملوں میں سے ایک حملہ میں شامل افراد تھے، اور تحریف ہی ان سب کا اجتماعی مقصد تھا۔

فرمان رسولؐ: لَاتَكْتُبُوْا عَنِّی غَیْرَ الْقُرْآن....)

قران مجید آج ٹھیک اسی صورت میں موجود ہے جس میں وہ نبی کریمؐ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ذرہ بھر بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مترجم نسخوں کے حاشیوں پر اور قرآن مجید کی تفاسیر میں جو لکھا ہوا ملتا ہے کہ فلاں فلاں نے کوئی لفظ یوں پڑھا یا ووں پڑھا، واضح طور پر **بعد میں کیے جانے والے اضافے ھیں اور قرآن کے متن سے باھر ھیں۔**

ان قراءاتی اختلافات کی ذمہ دار **وضعی روایات** ہیں، جنھیں ہمارے روایات پرست علماء اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔

حالانکہ نبی کریمؐ نے قران کے سوا کوئی اور بات لکھنے سے نہ صرف منع فرمایا بلکہ یہ بھی تاکید کی کہ ان کی طرف اگر کوئی بات منسوب کئی گئی ہو تو قران کے مطابق ہو تو قبول کرلو، قران کے مطابق نہ ہو تو رد کردو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم آج بھی ہمارے عمل کا **انتظار** کررہا ہے۔

یہ بھی واضح ہے کہ قراءات کا اختلاف قرآن میں **اختلافات** کا باعث ہے۔

اس لیے قراءات کا اختلاف وضعی، غیر شرعی بلکہ غیر اسلام ہے،

فلہٰذا مردود اور ناقابل قبول ہے۔

مودودی صاحب کی مثالیں: جناب مودودی صاحب نے اس کے

بعد اختلاف قراءات کی چند مثالیں بھی ارزاں فرمائی ہیں، جیسے

رَبَّنَا بَاعِد بَیْنَ أَسْفَارِنَا اور رَبَّنَا بَعَّدَ بَیْنَ أَسْفَارِنَا

یا انْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُ هَا اور کَیْفَ نُنْشِرُ هَا

تو جناب اس اختلاف قراءات سے آیات کے معانی میں فرق پڑ جاتا ہے۔

یہ قرآن میں اختلاف ہے......

جسکی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نفی کی ہے۔

کیا تیسری صدی میں ایک منظّم سازش کے تحریف پارٹی کے تحت آزاد کردہ غلام

قراء کے افترائی اختلافات قراءت کو تلاش کر کے قرآن مجید کی آیات کا مطالعہ،

اور ان اختلافات کے مطابق بقول سید مودودی باقاعدہ علمی طریقے پر کیا ہوا مطالعہ،

صحیح علمی مطالعہ ہوسکتا ہے؟

قارئین کرام! علم کی بارگاہ سے جواب مانگیں، تو جواب نفی میں ہے۔

جناب مودودی کی چکمہ بازی:

مودودی صاحب کے یہ ارشادات مطالعہ فرمائیں:

"اب وہ کیا چیز ہے جس کی بدولت دنیا بھر میں ہم قرآن کا ایک ہی متفق علیہ متن پا رہے ہیں اور جس کی بدولت قراءتوں کے اختلافات امکانی وسعتوں تک پھیلنے کے بجائے صرف چند متواتر یا مشہور اختلافات تک محدود رہ گئے؟ یہ اسی نعمت کا صدقہ ہے جس کی قدر گھٹانے اور جس پر اعتماد اٹھانے کے لیے منکرین حدیث ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں یعنی روایت۔" (مجلّہ "رشد" ستمبر 2009 صفحہ 47)

قارئین کرام! کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہی روایات کی وجہ سے تو اختلاف قراءات کا ایک دریائے ناپیدا کنار موجیں مار رہا ہے؟

اگر سبعہ احرف والی موضوع حدیث نہ ہوتی، اور اس کی بنیاد پر اختلاف قراءت کی روایتوں کی اینٹیں نہ چنی جاتیں تو یہ اختلاف فی القرآن کی سر بفلک عمارتیں، النشر فی القراءات العشر اور اتحاف فضلاء البشر بالقراءات اربع عشر جیسی ضخیم کتابوں کے ذریعے کہاں سے کھڑی ہوتیں،

اور کسی سائل متحیر کو مودودی صاحب سے اختلاف قراءات کے متعلق تشفی چاہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟

اگر روایتیں نہ ہوتیں، تو مودودی صاحب اوران علماء کرام کوقرآن میں اختلافات کثیرہ کی "نعمت" کہاں سے ملتی؟ ان کے مطابق یہ "نعمت عظمیٰ" تو انہی روایات کے صدقے میں ملی ہے۔اورتحریف پارٹی کے آلہ کار بن کرکام کرنے کے عوض،وافرروزی روٹی اورتن آسانی بھی۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ **روایات کی وجہ سے اختلافات صرف چند متواتر یا مشہور اختلافات تک محدود رہ گئے،ایک صریح چکمہ بازی ھے**،کیونکہ کم سے کم پندرہ ہزار سے زائد اختلافات آج قراءات کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہیں،اکثر اختلافات کے تحت مزید ہزاروں ذیلی اختلافات بھی موجود ہیں،جن کو قاریوں اور مقریوں نے قبول کرلیا۔تفصیل اسی کتاب کے صفحہ 27 اور 28 پرمل جائے گی۔قرآن مجید سے باہرتو ایک بھی قرات متواترنہیں۔

کیا مودودی صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ انزل القرآن علی سبعة احرف والی روایت وضعی نہیں بلکہ اصلی ہے اوراس اصلی روایت کے صدقے سات،دس یاچودہ قراءتیں گھٹ کرصرف چندمتواتریامشہوراختلافات تک محدودرہ گئی ہیں؟

اختلاف قراءت غیرقرآن ہے: محترم قارئین کرام! بات بالکل واضح ہے: کہ اختلافات تو جناب مودودی صاحب،شیوخ الاحادیث اورمقری حضرات سب مان رہے ہیں۔

ادھر اللہ کا فرمان ہے کہ قران میں اختلاف ہے ہی نہیں !

اب اختلاف قراءت ہی رہ جاتا ہے، جو مندرجہ بالا آیت کی زد میں آتا ہے۔

اب یہ شیوخ الاحادیث فرمائیں گے، کہ قران مجید کی اس آیت سے مراد معانی، مفاہیم اور عمل کا اختلاف ہے۔ مگر ہم کیا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا محولہ بالا آیت میں موضوع اور مصداق محض قران کے متن میں وضع کیا گیا اختلاف ہے، معانی اور مفاہیم نیز عمل کا اختلاف اس آیہ مبارکہ کا موضوع ہی نہیں ہے۔ انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ کسی بھی کتاب کا پہلا تعارف متن ہی ہوتا ہے اور اللہ کی آخری کتاب قران مجید بھی متن پر مشتمل ہے، تصویروں پر نہیں۔

فلہٰذا اختلاف قراءات غیر قران ہے !

کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار

اللہ کا موقف:

قارئین صداحترام واکرام !

یہ باتیں قران مجید میں ردبدل کے زمرہ میں آتی ہیں۔

اللہ کی کتاب میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ردو بدل نہیں کرسکتے۔

بہتر ہوگا کہ اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا موقف بلاتبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیمo

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡھِمۡ

پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے اپنی کتاب لکھتے ہیں،

ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ ھٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ

پھر (جب کچھ عرصہ گزر جاتا ہے تو) کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی جانب سے ہے،

لِیَشۡتَرُوۡا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا

تا کہ اس کے ذریعہ سے تھوڑی پونجی حاصل کر لیں،

فَوَیۡلٌ لَّھُمۡ مِّمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡھِمۡ

پس ان کے لیے ہلاکت ہے، اسکے سبب سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا،

وَ وَیۡلٌ لَّھُمۡ مِّمَّا یَکۡسِبُوۡنَo (البقرۃ 2:79)

اور ہلاکت ہے اسکے سبب سے جو یہ لکھنے سے کماتے ہیں۔

جنہیں **منکرین حدیث** کا نام دیا گیا ہے وہ **محض وضعی روایات کے منکر ہیں** اور ایسی روایات تو نبی کریمؐ کے ارشاد گرامی کی رو سے جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے اور جس میں فرمایا گیا ہے: **فماوافقه فاقبلوه وما خالفه فردوه۔**

(جو حدیث قرآن کے موافق ہو اُسے قبول کرلو اور جو اس کے خلاف ہو اُسے رد کردو۔)

غلط اور قابلِ رد اور مردود ہیں!

منکرین حدیث: مودودی صاحب اوران کے ہم نوا تو اس حدیث کی رو سے خود اسٹینڈرڈ منکرین حدیث ہیں۔دراصل اختلاف قراءات کا مسئلہ وضعی روایات کا پیدا کردہ ہے۔قراءات کی تعداد سات، دس یا چودہ بتانے والی روایات مردود ہیں اور چار بتانے والی روایات بھی وضعی اور مردود ہیں۔

عجمی سازشیں اور انکے آلہ کار: قارئین غور فرمائیں جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے ان میں سے دو قراءتیں کسی نافع صاحب کے دو شاگردوں قالون اور ورش کی روایات ہیں۔یعنی نافع صاحب نے قالون کو ایک قراءت سکھائی اور ورش کو دوسری مختلف قراءت تا کہ قران کے اس دعویٰ کو کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ،جھٹلایا جا سکے۔

یہ قران کی کئی قراءتوں کا پروپیگنڈا عجمی سازش کا حصہ تھا۔قران مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ وہ سات قراءتوں یا حروف یا لہجوں پر نازل کیا گیا ہے۔اللہ کی آخری کتاب کو وضعی روایات سے ہرگز تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

ویسے بھی آپ تقریباً پندرہ بیس ہزار سے زائد اختلافات لا رہے ہیں، ان کے لیے ایک نص متن قران میں بھی موجود ہونا چاہیے، جو نہیں ہے۔

یہ سمجھنا **نا ممکن** ہے کہ باری تعالیٰ نے انسان کے نام اپنا آخری پیغام بھیجنے کے

لیے ایسی زبان کا انتخاب کیا، جو اپنے ابتدائی مراحل میں تھی، جبکہ انسانیت بالغ ہو چکی تھی۔

اور یہ بھی کہ عربی حروف، نقاط اور زبر زیر پیش اور شد و مد وغیرہ کے بغیر تھے۔ اس قسم کی باتیں تحریف پارٹی اور عجمی سازشیوں نے گھڑیں اور سادہ لوح دنیا نے مان لیا۔ بلکہ ہمارے بڑے بڑے نام نہاد علماء نے، جن میں مودودی صاحب بھی شامل ہیں، بڑے خشوع و خضوع اور عین غین کی درستی کے ساتھ اپنی جہالت کے اعلان کے طور فرمایا آمنّا و صدّقنا --- وخروا سجدا۔

اور ہمیں پڑھانے لگے کہ قرآن میں اعراب لگانے کی ضرورت سب سے پہلے بصرے کے گورنر زیاد نے محسوس کی اور ابوالاسود دوئلی سے فرمائش کی کہ وہ اعراب کے لیے علامات تجویز کریں۔ اور حجاج بن یوسف والی عراق نے عراق کے دو علماء کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ قران کے مبینہ متشابہ حروف میں تمیز کرنے کی کوئی صورت تجویز کریں۔ چنانچہ انہوں نے پہلی مرتبہ عربی زبان کے حروف میں بعض کو منقوط اور بعض کو غیر منقوط کر کے فرق پیدا کیا۔

ائمہ تحریف فی الاسلام۔ اپنے مذکورہ بالا مجلّہ میں مودودی صاحب نے جن سات قاریوں کے حالات لکھے ہیں اور بقول ان کے جن کا **کمال علم** تمام امت میں تسلیم کیا گیا ہے، ان کی اصلیت کی ایک جھلک اس مقالہ کے ابتدائی صفحات میں دکھائی جا چکی ہے۔

قاری لوگ ماہر قراءت ہوتے ہیں۔ تیسری صدی میں نئی قراءتوں کا پرچار کرنے کی

تحریک چلانا انکی ذمہ داری نہیں بلکہ سازش تھی اور یہ سب اپنی تحریف پارٹی کے آلہ کار بن کر اپنے لیے اس دنیا میں تن آسانی کے سامان پیدا کرتے رہے ہیں۔

بخاری کی وضعی روایت ماہنامہ "رشد" لاہور کے شمارہ ستمبر 2009ء قراءات نمبر حصہ دوم کے سرورق پر بخاری کی یہ وضعی روایت درج ہے:

"ان هذا القرآن انزل علی سبعه احرف كلها شاف كاف۔"

یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اس حدیث کے معیار پر پوری نہیں اترتی جس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے:

تُكْثَرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِىْ فَمَارُوِىَ لَكُمْ حَدِيْثٌ عَنِّى فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَه' فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَه' فَرُدُّوْهُ۔

(میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی تو جو حدیث میری طرف منسوب کرکے تمہارے سامنے کی جائے، اس کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو، اگر اس کے مطابق ہو تو قبول کرلو اور اگر اس کے خلاف ہو تو رد کردو۔)

کیونکہ سات احرف یا قراءات لازمی طور پر **مختلف** ہوتے ہیں۔

اور مختلف ہونا **اختلاف کا موجب** ہوتا ہے۔

جبکہ قران میں کوئی اختلاف نہیں۔

لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کی رو سے قران مجید کے سات حروف پر نزول والی روایت

وضعی، اور جھوٹی ہے۔ لھذا مستقل بنیادوں پر ردّ کی جاتی ہے۔

اختلاف قراءات والی روایات پر مبنی جو نام نہاد قرآن تالیف کیے گئے اور مختلف

مما لک کو حفص، ورش، قالون اور دوری کی روایت کے حامل ہونے کے حوالے سے بھیجے گئے،

ان میں برصغیر ہندو پاکستان میں پڑھا جانے والا قران، حفص کی روایت پر مبنی بتایا جاتا ہے،

حالانکہ برصغیر میں چھپنے والے کسی قران پر حفص کی روایات کا حوالہ نہیں پایا جاتا۔

اور یقیناً وہ قران ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سپرد کیا تھا

اور ہماری قابلِ صد ہزار احترام، اماں حفصہؓ اس کی حفاظت کرتی رہی ہیں۔

قارئین کو پھر یاد کراتا چلوں کہ ورش، قالون اور دوری کی روایت کے حامل قراءتوں

میں ورش اور قالون ایک ہی مبینہ امام قراءت نافع کے شاگرد تھے۔

کیا نافع صاحب نے ورش اور قالون کو دو مختلف قراءتیں سکھائی تھیں؟

اگر دونوں کو ایک ہی قراءت سکھائی تھی، تو پھر مقبول کہی جانی والی قراءتیں چار نہیں تین ہیں۔

مجلّہ "رشد" کے کارپردازوں کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ چودہ یا دس یا سات قراءتوں

میں سے صرف تین یا چار مقبول قراءتیں رہ گئی ہیں، باقی قراءتوں والے مبینہ قرآن کہاں گم ہو گئے جو انہیں نئے سرے سے اب تیار کرنے پڑے اوران کے متعلق الٰہی وعدہ اور ذمہ داری کا کیا ہوا؟

کیا قران میں کہیں لکھا ہے کہ وہ سات دس یا چودہ یا چار یا تین قراءتوں (حروف یا لہجات) پر نازل ہوا، ہرگز نہیں!

اور بعد میں مجلّہ "رشد" کے قراءات نمبر کے شماروں کی تالیف کے دوران گھٹ کر چار یا تین رہ جائیں گی، اور باقی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی؟

''الفهرست لابن ندیم'': علامہ تمنا عمادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن واختلاف قرأت'' کے صفحہ 638-639 پر ابن ندیم کی شہرہ آفاق کتاب'' الفہرست'' کے صفحہ 7،6 سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے۔

" قال ابن عباس: اوّل من کتب بالعربیة، ثلاثة رجال من بولان۔ وهی قبیلة سکنوا الانبار۔ وانهم اجتمعوا فوضعوا حروفاً مقطعة و موصولة ۔ وهم مرامر بن مروّة، واسلم بن سدرة۔ و عامر بن جذرة۔ ویقال مرة وجدلة۔ فامامرامر۔ فوضع الصور واما اسلم ففصل و وصل۔ واما عامر فوضع الاعجام۔

(کتاب الفهرست لابن الندیم)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے عربی رسم خط میں لکھا وہ تین مرد تھے قبیلہ بولان کے جوانبار کے رہنے والے تھے۔ وہ سب یکجا ہوئے اور الگ الگ اور جڑے ہوئے حروف وضع کرنے لگے اور وہ تینوں مرامر مرۃ کا بیٹا، اسلم سدرہ کا بیٹا اور عامر جذرہ کا بیٹا تھے اور بعضوں نے مرہ کے عوض مروہ اور جذرہ کے عوض جدلہ بھی کہا ہے۔ تو مرامر نے حروف کی صورتیں مقرر کیں اور اسلم نے اس کی جوڑ پیوند اور الگ رہنے کی ھئیات قائم کیں اور عامر نے ان پر نقطے لگائے۔

اعجام: علامہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اعجام حروف پر نقطے لگانے کو بھی کہتے ہیں اور اعراب، زبر، زیر، پیش وغیرہ لگانے کو بھی۔

دوسرے لفظوں میں عامر نے حروف پر نقطے لگائے اور زیر، زبر پیش وغیرہ بھی۔

علامہ تمنا عمادی نے یہ بھی بتایا ہے کہ کتاب "الفھرست" کے صفحہ 9 پر حمیری حروف تہجی کی تصویر بھی دی گی ہے۔ اس میں بھی نقطے موجود ہیں۔

جہاں نقطے نہیں ہیں کوئی دوسری علامت ایسی موجود ہے جو ایک کو دوسرے ہم شکل حرف سے ممتاز کردے، یہ الگ بات ہے کہ تعصب کی عینک اتارنا ہوگی۔

علامہ رحمت اللہ طارق: اعجاز القرآن واختلاف قرأت" کے صفحہ 736 تا 792 پر علامہ اللہ طارق کی روایات پر مبنی تحقیق درج ہے، جس کے مطابق عربی رسم الخط کی ابتداء ہجرت نبوی سے دوسو سال پہلے لخمی ایمپائر کے کالیڈی مرکز حیرہ (موجودہ کوفہ سے اڑھائی 2.5 میل کے فاصلے پر) سے ہوئی۔ (دراصل شاہان بنو لخم یمن سے نکل کر شام اور فلسطین چلے آئے تھے اور یہاں پہنچ کر انہوں نے نئی سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی) انہوں نے انبار سے عربی خط سیکھا۔ انبار ، کالیڈیا میں فرات کے شمالی کنارے پر ایک قدیم اور متمدن شہر تھا، جسے 634ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے فتح کیا، اور انبار نے یمن کے حمیری خط کی نقل اتاری۔ حمیری یمن کے قدیم باشندے تھے، جو سینکڑوں برس سے اپنی امتیازی خصوصیات اور علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھنے کی وجہ سے مشہور تھے۔ انہوں نے آخری وقت میں قسطنطین دوم (رومی ایمپائر کا نمائندہ 361ء) کے عہد میں عیسائیت قبول کی۔ بہر حال حمیری خط کی ابتداء قحطانی عرب کے بولان قبیلہ کے تین افراد نے کی۔ بولان کا مورث اعلیٰ عضین بن عمر و بن الغوث بن طی بن داؤد بن زید بن یشجب بن عریب بن زیدون بن کھلان تھا۔ اس قبیلہ کے جن تین افراد نے عربی خط کو سنوارا اور نقطے ڈالے (ان کا نام مرامر، اسلم اور عامر تھے, جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔)

علامہ طارقؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مزید تفصیل کے لیے فتوح البلدان، صفحہ 476-477، کتاب المصاحف، صفحہ 4،5، العقد لابن عبد ربہ صفحہ 240، الوزراء والکتاب،

صفحہ 1،12،14، ادب الکاتب ،صولی صفحہ 28تا 30،ابن فارس الصاحبی صفحہ 7،التنبیہ علی حدوث التصحیف، قلمی تیموری کتب خانہ مصر صفحہ 30تا 35،صبح الاعشیٰ صفحہ 3،11،تاریخ اللغات السامیة ،ولفنسن صفحہ 160،161 ، جلة کلیة الآداب مئی 1935،ابن الندیم صفحہ 6تا 7وغیرہ ملاحظہ ہوں۔(صفحہ 779اعجاز القرآن واختلاف قرأت)

علامہ طارقؒ نے یہ بھی لکھا ہے(صفحہ 779) کہ ان تاریخی نصوص (وتصریحات) سے واضح ہوا کہ جس طرح ہجرت نبویؐ سے دوسو برس پہلے اہل حیرہ سے عربی خط کا آغاز ہوا، اتنا ہی عرصہ پہلے انبار اور حمیری قبیلہ اس کی ابتداء کر چکے تھے۔یعنی دوسری یا تیسری صدی میلادی کے قریب۔

ادھر **عرب روایات کی تائید** ان حجری نقوش اور بردی (Papyrous) کے چیتھڑوں پر لکھی ہوئی عبارتوں سے بھی ہوتی ہے،جن کا زمانہ دوسودس مسیحی سے شروع ہوکر پانچ سو گیارہ مسیحی تک پہنچا ہے۔ چنانچہ اس وقت تیسری صدی مسیحی تک کے جو نقوش دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد پانچ بتائی جاتی ہے،الخ۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ 780اور 781۔

علامہ رحمت اللہ طارق کا یہ مقالہ

ان کی کتاب تفسیر برہان القرآن میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

دکتور احمد سوسه: عراقی دکتور احمد سوسہ کی کتاب "حضارة العرب و مراحل تطورها عبر العصور" کے صفحہ 180-182 پر انکشاف کیا گیا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب سے نقل مکانی کر کے فلسطین میں جا بسنے والے کنعانی وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے تقریباً 3000 سال قبل مسیح فلسطین اور فینیقہ میں بود و باش اختیار کی اور کتابت میں وہ حروف تہجی استعمال کیے جو جزیرہ سیناء میں دریافت کیے گئے تھے۔ اس دریافت کا زمانہ 1850 سال قبل مسیح ہے۔

ان حروف کی تاریخ کے تدوین کی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے تو اس کا تذکرہ مذکورہ بالا تاریخ ہی کیا ہے، بعض دوسرے لوگوں کے خیال میں ان حروف کی تاریخ ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح مدت سے زائد نہیں۔

یہ حروف تہجی کنعانیوں سے فینیقیوں میں منتقل ہوئے اور انھوں نے اپنی باری پر 750 و 850 قبل مسیح کے درمیان ان حروف کو افریقی اور لاطینی زبانوں میں منتقل کیا اور یونانی زبان میں اپنے اصل عربی نام الف باء سے معروف ہوئے۔ یونانیوں نے اسی ترتیب کو، جہاں تک اس کے تسلسل اور بائیں سے دائیں طرف لکھنے کا تعلق ہے اصلی فینیقی زبان کے مطابق برقرار رکھا۔ فینیقی اور کنعانی ایک ہی قوم کے دو نام ہیں، مزید برآں آرامی بھی۔ یہ حروف تہجی بعد میں بحر ابیض متوسط کے ساحلوں سے مشرق میں ایشیاء میں واقع ملک ہندوستان لے گئے۔ یوں حروف ابجد کی کتابت میخی حروف تہجی کی کتابت پر غالب آ گئی، جو اس سے پہلے رائج تھی۔

طور سینائی حروف: جزیرہ نمائے سینا میں دریافت ہونے والے حروف کو طور سینائی یا سینائی حروف ابجد کا نام دیا گیا۔ یہ سادہ کتابت قدیم کنعانی زبان لے کر آئی جو تصویر اور ابجدی حروف کے رسم الخط کے درمیان ملانے والا رابطہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا انکشاف سیناء میں مصر کی سونے کی کانوں کے قریب واقع مصری معبد میں ہوا۔ یہ "ایث" (Isis) کے نام کی حامل ہے اور دیوی صحتور کے نام سے معروف ہے۔ ان حروف کے ساتھ بہت سے نمونے سیناء میں بھی پائے گئے، جس طرح ان کے کچھ نمونے جنوبی فلسطین میں پائے گئے۔ یہ تمام نمونے قدیم کنعانی زبان میں لکھے ہوئے تھے۔

کنعانی ان عرب اقوام میں سے قدیم ترین قوم تھے، جنہوں نے جزیرہ نمائے عرب چھوڑ کر انتہائی قابل اعتبار اندازہ کے مطابق ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح فلسطین کی سرزمین کی راہ لی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ فلسطین میں کنعانیوں کی رہائش کا زمانہ اس عرصہ سے بہت پہلے قرین قیاس ہے، کیونکہ ماہرین آثار قدیمہ جنہوں نے بعض کنعانی شہروں کے ایک سرے سے دوسرے تک کا سفر کیا، یہ بات پائی کہ ان میں سے بعض شہروں جیسے اریحا، کا تعلق سات ہزار سال قبل زمانہ سے ہے۔

یہ ماہرین اس نتیجہ تک پہنچے کہ قدیم کنعانی مندر اریحا اور مجدو میں واقع تھے اور ان کا زمانہ تین ہزار سال قبل مسیح کے اوائل کا ہے۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ فلسطین کی سرزمین میں جا بسنے والے کنعانیوں نے وہاں قدیم ترین عربی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ انکی زبان درحقیقت

مادری عربی تھی جو جزیرہ نمائے عرب کے باشندے ہلال خصیب (ہلال نما زرخیز علاقہ جو اس کے مشرق اور شمالی غربی اطراف پر واقع ہے اور شام، لبنان، فلسطین، شرق اردن اور عراق پر مشتمل ہے۔ بعض لوگ اس میں وادی نیل کا شمالی حصہ بھی شامل کرتے ہیں) کی طرف ہجرت سے قبل بولتے تھے۔

ماہرلغات ڈاکٹر ڈایرنجر (Direnger): پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ لاطینی ابجد (الف باء) کی ایجاد کا سرچشمہ فلسطین اور شام کے علاقے سے پھوٹا تھا۔ یہ ابجد اس اختراع میں مشرق قریب کے تمام علاقوں کے درمیان منفرد ہے۔ یہ اختراع مصر اور دجلہ وفرات کے ملک (عراق) کی ثقافتوں کو ملانے والے پل کی تصویر دکھاتی ہے۔

ڈاکٹر ولفنسن: اسی طرح ڈاکٹر ولفنسن وثوق سے کہتے ہیں کہ کنعانی حروف ابجد کا رسم الخط کنعانیوں کی کاری گری اور صرف انہی کی ایجاد ہے۔ کیونکہ دوسری قوموں کے پاس (اس دور میں) اس قسم کے حروف ابجد کے وجود کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(تاریخ اللغات السامیۃ، صفحہ 92)

کنعانی تہذیب کا تعلق انتہائی قدیم زمانہ سے ہے۔ نئے نیولیتھی پتھر کے زمانہ 5000 سے 7000 قبل مسیح سے یہ تہذیب نشو ونما پانے اور تمدن کے میدان

میں آگے بڑھنے لگی۔ سب سے پہلے کنعانیوں نے نرم تانبا دریافت کیا۔ پھر تانبے اور ٹین سے برونز بنانے کا راستہ پایا۔ اس بنا پر وہ کان کنی کی صنعت میں سبقت لے گئے، جس سے انہیں اوزارا ورمہلک ہتھیار ملے۔ اور ممکن ہے کہ کنعانیوں نے لوہے کی صنعت پڑوسی قوموں سے ہتھیالی ہو۔ کنعانی اپنے شہروں کے دفاع کے وسائل ایجاد کرنے کی وجہ مشہور ہوئے۔ جن وسائل کے استعمال میں وہ ماہر ہوئے وہ قلعے، استحکامات اور ان سے متعلق دفاعی قلعہ بندیاں تھیں۔ کنعانیوں کے ہاتھوں تجارت نے فروغ پایا اور انہوں نے کامل اہلیت کے ساتھ تجارت کی۔ کنعانیوں نے ہی بحری جہاز ایجاد کیے اور شیشہ گری دریافت کی۔

حروف ابجد کی تدوین: ماہرین تصویروں کی بجائے حروف اختیار کرنے کی سوچ کی نشوونما کی کیفیت کی توجیہ کے طور پر کہتے ہیں کہ کنعانی جوطور سیناء کی کانوں میں کام کرتے تھے حروف ابجد کی تدوین تک اس طرح پہنچے کہ انہوں نے ''ہیروغلافی'' کتابت کو مختصر کر دیا، جو تصویروں اور اشاروں سے معانی اور کلمات کے ارکان تہجی کو واضح کرتی تھی اور تصویروں کے ناموں کے **پہلے حروف پر اکتفا کیا** اس طرح ان کے پاس حروف کا ایک مجموعہ وجود میں آ گیا، جس سے پہلے حروف ابجد وضع ہوئے جو 22 حروف پر مشتمل تھے اور یہ حروف ابجد جواب تک مشرق، شمال اور جنوب میں قدیم ترین حروف ابجد شمار کیے جاتے ہیں پھیل کر

مختلف جگہوں میں انکے باشندوں کی طبیعت کے تقاضوں کے مطابق تغیر وتبدل کے بعد ان کے اصل حروف ابجد بن گئے، پھر ان میں سے کچھ نے انکی اصل شکل کی حفاظت کی اور بعض نے ان میں تبدیلی اور کمی بیشی کی۔ دکتور ولفنسون نے اپنی کتاب تاریخ اللغات السامیۃ میں زور دیکر کہا ہے کہ کنعانی رسم الخط اکیلے کنعانیوں کی ایجاد اور کاری گری ہے۔ کیونکہ دوسری اقوام میں اس نوع کے حروف ابجد کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ماقبل سطور سے استدلال کیا جاتا ہے کہ عربوں کا عالمی ثقافت کی ترقی میں سب سے بڑا کردار تھا۔ انہوں نے ہی حروف ابجد ایجاد کیے، جن کو کنعانیوں نے پہلی مرتبہ طور سینا اور جنوبی فلسطین میں پیش کیا۔

جیسا کہ **پہلے واضح کیا گیا ہے**۔ یہ حروف ابجد جزیرہ نمائے عرب کے اطراف واکناف میں منتقل ہوئے اور کئی زبانوں کے حروف ابجد میں ارتقا پذیر ہونے کے بعد ملک عرب کے قلب میں اپنی آخری شکل میں (قران کریم کی عربی میں) مضبوطی سے جم گئے اور متاخر نبطی زبان (1) سے ماخوذ تھے۔

یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عربی کتابت کا یہودیت کے مفہوم میں کنعانی عربی ابجد کی نشو ونما اور ترقی سے کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی اسے اصل کنعانی عربی حروف ابجد سے نکلنے والے حروف ابجد میں سے ایک شمار کیا گیا۔

(1) عراق اور جنوبی فلسطین میں بسنے والے عربوں کی زبان۔

جھوٹا اور گمراہ کن پراپیگنڈہ: مذکورہ بالا سطور سے ثابت ہوتا ہے کہ سید مودودی (اور ان کے ہم نواؤں) کا یہ فرمان کہ:

جس رسم الخط میں ابتداءً نبی کریمؐ نے وحی کی کتابت کرائی تھی اور جس میں حضرت ابوبکرؓ نے پہلا مصحف مرتب کرایا اور حضرت عثمانؓ نے جس کی نقل بعد میں شائع کرائی اس کے اندر نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے بلکہ نقطے بھی نہ تھے اور یہ کہ قرآن میں اعراب لگانے کی ضرورت سب سے پہلے بصرے کے گورنر زیاد نے محسوس کی اور ابوالاسود دؤلی سے فرمائش کی کہ وہ اعراب کے لئے تجویز دیں اور حجاج بن یوسف والی عراق نے عراق کے دو علماء کو اس کام پر مامور کیا کہ قرآن کے متشابہ حروف میں تمیز کرنے کی کوئی صورت تجویز کریں، چنانچہ انہوں نے پہلی مرتبہ عربی زبان میں بعض کو منقوط اور بعض کو غیر منقوط کر کے فرق پیدا کیا----

یہ سب **قران کے متن کو مشکوک** بنانے اور ایک انتہائی قدیم تہذیب کی زبان کے ناقص اور نامکمل ہونے کا جھوٹا اور گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے جسے قران کے دشمنوں نے شروع کیا اور ہمارے نام نہاد علماء، قران دشمنوں کی باتوں کو مزید نمک مرچ لگا کر اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ یہ قران کے دشمن اگر چند عجمی موالی نہیں تھے، جنہیں قاری و مقری کہا

جاتا ہے،تو قرآن دشمنوں کے ایجنٹ تھے۔

اگر ایسا ہوتا تو صرف "بخاری" میں کم از کم دو ہزار ایسی روایات موجود ہوتیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپس میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ آیات میں یہاں یہاں کون سالفظ ہے،ف ہے یا ق ہے،ب ہے یا ت ہے۔

اور خیر سے واضعین روایات اس طرح کی جعلی روایات بھی وضع کرنا بھول گئے۔اور یہ بھی کہ سبعہ احرف کو ثابت کرنے کے لیے وضع کردہ روایات خصوصًا "رشد" کی پیش کردہ 9عدد منتخب روایات،جن کا مطالعہ اور تجزیہ آگے آرہا ہے،بھی اس طرح کے استفسار سے خالی رہ گئی ہیں۔

سچ کہتے ہیں، دروغ گو حافظہ نباشد۔

انتہائی کمینہ کوشش: عربی حروف شروع سے ہی منقوط وغیر منقوط چلے آرہے ہیں اور اسی طرح زیر، زبر، پیش وغیرہ بھی لغت عربی کے لوازمات ہیں۔ان کا انکار کرکے قران میں ردوبدل اور تحریف کی راہ ہموار کرنے کی ایک **انتہائی کمینہ** کوشش کی گئی ہے۔

عربی زبان جن زبانوں کی ترقی یافتہ شکل ہے،ان میں بھی ہر لفظ کی علیحدہ

پہچان موجود ہے۔

ان کا اسلام ملاحظہ فرمائیں: قارئین کے لیے ایک لطیفہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھے ہوے قران کو پڑھ کر سنا دیا، صحابہ کرام نے حفظ کر لیا تو مودودی صاحب اور ان شیوخ الحدیث کی قران میں نقطوں اور اعراب کے بارے احادیث اور مقالوں کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟؟

اس سے تو صرف **ایک ہی بات سمجھ آتی ہے** کہ تحریف پارٹی کا ہیڈ جو کچھ بھی ان آلہ کار حضرات کو لکھ کر بھیج دیتا، یہ بغیر سوچے سمجھے اسے پھیلانا شروع کر دیتے اور ساتھ آئی ہوئی تھیلیاں ان کے دل، دماغ اور آنکھوں کے لیے پردہ بن جاتیں، اور ایمان ------ان سے فاصلہ کر جاتا۔ اب ان کی **نمک حلالی** یہ ہوتی کہ یہ ان الٹی سیدھی اور لا یعنی باتوں کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہوئے مزید تھیلیوں کے لالچ میں کتابوں پر کتابیں لکھتے جاتے۔ **یہی ان کا اسلام ہے**، اور اسے ہی یہ پھیلاتے رہے ہیں۔ گویا محض نمک حلالی کافی نہیں ہوتی، نمک بھی حلال

کا ہونا چاہیے، کہ نمک کن اور کیسی خدمات کے عوض ارزاں ہو رہا ہے۔

اگر قران مجید کے کچھ نسخے دریافت ہوئے ہیں جو نقاط اور اعراب سے خالی ہیں تو یقیناً دشمنوں کی طرف سے اسی طرح لکھوا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے چھوڑے گئے تا کہ وہ قران کے ابتداء میں نقاط و اعراب کے بغیر ہونے کا تاریخی ثبوت بن جائیں۔ علامہ رحمت اللہ طارق کا علامہ تمنا عمادیؒ کی کتاب "اعجاز القرآن واختلاف قرأت" کے صفحہ 752-753 پر کہنا ہے کہ:

اموی گورنر اور غالی شیعہ؟ ''مودودیؒ صاحب کے ہیرو ابوالاسد الدؤلی، جس کا نام بڑے بڑوں کو معلوم نہیں، نام سے زیادہ کنیت سے معروف تھے۔ بہت پائے کے ادیب، شاعر مشہور کیے گئے ہیں، بالاتفاق شیعہ مسلک کے داعی اور ترجمان تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں ہجو کرنا مستزاد تھا۔ ان کے اصل نام کا کوئی پتا نہیں (شاید مودودی صاحب کو معلوم ہو) لوگ انہیں ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن یعمر بن حنش بن ثعلبہ بن عدی بن ویل بھی کہتے تھے اور (2) عمرو بن عثمان یا (3) عثمان بن عمرو کے نام سے جانتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے تو پہلے نام کو ترجیح دی ہے۔ بہر حال یہ 681م میں فوت ہوئے اور خالص شیعہ تھے۔ انہوں نے بہ تحقیق مودودی صاحب بصرے کے (اموی) گورنر زیاد (متوفی 675م) کے حکم سے قران پر اعراب لگائے۔

کیا اس واقعہ کی **تکذیب** کے لئے اتنا کہنا کافی نہیں کہ،

ایک اموی گورنر قران کے معاملہ میں ایک غالی شیعہ کا ہرگز انتخاب نہیں کرسکتا تھا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابوالاسود نے کوئی ایسا فرمان حاصل کرلیا ہوگا، لیکن پھر بھی ہم تنہا اسکی دیانت پر کس طرح اعتماد کرسکتے ہیں، جبکہ ان مبینہ روایات کے مطابق اس نے کسی غیر شیعی عالم کے تعاون سے نہیں بلکہ اپنے ہی ہم مشرب غالی شاگرد اور بار بار سزا یافتہ شرابی یحییٰ بن یعمر عدوانی اسدی بصری (متوفی 737ء (120ہجری) یا 746ء(129ہجری) کے مشوروں سے یہ کام تکمیلی مراحل تک پہنچایا (تھذیب التھذیب جلد 11 صفحہ 207)۔

یہ یاد رہے کہ ہمارے نزدیک سرے سے یہ واقعہ ہوا ہی نہیں ہے۔ صرف مودودی صاحب اور ان شیوخ الاحادیث کی خاطر ہم نے تھوڑی دیر کے لیے اسے تسلیم کرلیا ہے۔

عالم فاضل لوگ آج بھی عربی تحریر اور قرانی آیات بغیر حرکات کے لکھتے پڑھتے ہیں۔ معمولی عربی گرامر جاننے والے حرکات اور اعراب کا فرق جانتے ہیں۔ دراصل اعراب لگانے کی حدیث گھڑی گئی اور پھر اندھوں نے ریوڑیاں بھی خوب بانٹیں۔

علامہ طارق نے مزید لکھا ہے کہ:

قاریوں کی تحریف اور تصحیف: ''مناسب ہوگا کہ اس مقام پر دو ایک ان قاریوں کی نشان دہی بھی کی جائے جنہوں نے قران میں تحریف وتصحیف کے پروگرام کے پیشِ نظر 934و935ء کے لگ بھگ قران کے اعراب کا ازسر نو جائزہ لے کر سینکڑوں آیات کے نئے اعراب تجویز کر کے اپنے اپنے مدارس فکر سے جاری کیے۔

میرا اشارہ مشہور مفسر ابن جریر طبری کے شاگرد *قاری ابن شنبوذ شیعی* اور اس کے پرزور حامی *قاری ابوبکر العطّار شیعی* (متوفی 965ء کی طرف ہے۔

ابن شنبوذ نے تو گرفتاری کے بعد اعتراف کرلیا (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو اخبار مکہ ازرقی شائع کردہ ویسٹن فیلڈ جلد 1 صفحہ 7، نیز تذکرۃ الحفاظ جلد 3 صفحہ 217) لیکن عطار اپنے استاد ابن شنبوذ کی گمراہ کن قراءات اور تجویز کردہ اعراب پر تادم زیست قائم رہا، کیونکہ وہ شنبوذی اکیڈمی کا پرزور حامی اور جان نثار تھا (یاقوت حموی طبع مارگلیوتھ جلد 6 صفحہ 300 و 500، بغیۃ الوعاۃ صفحہ 36، ابن الاثیر جلد 8 صفحہ 221، ابن تغری بردی (طبع جاپنول جلد 2 صفحہ 89 وغیرہ) ان ہی کا ایک اور ساتھی قاری ابی محمد اسحاق خزاعی بھی نامور منحرف ہوگزرا ہے۔

مقلی فتنہ: اس تحریفی پارٹی کے علاوہ دسویں صدی میلادی میں وضعی روایات کے بل بوتے پر جس شخص نے عزم اور نئے ارادے سے تمام قرآن میں اعراب بدل ڈالے، وہ محمد بن

مقلہ شیعی (متوفی 941ء) تھا۔ یعنی شنبوذی اور عطاری فتنہ کے دوش بدوش مقلی فتنہ بھی پرورش پا رہا تھا۔ ابن مقلہ چونکہ ماہر خطاط تھا لہٰذا اس نے اس غرض کے لیے کوفی رسم الخط کو آلہ کار بنایا یعنی اس میں ترمیمات کر کے خط ابن مقلہ کے نام سے ایک نئے رسم الخط کی داغ بیل ڈالی۔

اس عیار نے پوری مہارت سے قرآن کے نسخے (جدید خط میں) کتابت کرائے اور لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ (ملاحظہ ہو مذاھب التفسیر الاسلامی، طبع مصر صفحہ 64،65)، تعاون پھر تحریف پارٹی کا رہا۔ ان تاریخی شواہد کی موجودگی میں ہم کیوں نہ باور کریں کہ یہ جو ہمارے دینی لٹریچر میں تضاد قراءت کے ہزارہا نمونے پائے جاتے ہیں ان میں تحریف پارٹی اور اس کے آلہ کاروں کی وافر کارستانیاں شامل ہیں۔

"رشد" کی نو عدد منتخب روایات کا مطالعہ:

ماہنامہ "رشد" کے جون 2009ء کے شمارہ میں، جو اس کے قراءات نمبر کا حصہ اول ہے، صفحہ 45 تا 54 پر بخاری کی 9 عدد منتخب احادیث درج کی گئی ہیں جو بخاری مسلم، ترمذی، مسند احمد، مستدرک الحاکم اور معجم الکبیر للطبرانی سے لی گئی ہیں۔

حسب معمول مجبوراً ضروری وضاحتیں بھی ارزاں فرمائی گئی ہیں۔

قارئین کے مطالعہ کے لیے رشد کا متن اور ترجمہ حاضر ہے۔

صفحہ 111 سے ان روایات پر تنقید، مطالعہ کے عنوان سے قارئین کی نذر ہوگی۔

بخاری کی حدیث نمبر 4991 یوں درج ہے:

1-عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: أقرأنی جبریل علی حرف فراجعْتُہٗ فلم أزل أستزیدہ ویزیلنی حتی انتھی الی سبعۃ أحرف (حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جبریل نے مجھے ایک لہجہ پر قرآن کو پڑھنے کا حکم دیا، میں نے زیادہ کا مطالعہ کیا اور مسلسل زیادتی کا سوال کرتا رہا حتی کہ معاملہ سات لہجات تک جا پہنچا۔)

صحیح مسلم کی حدیث 820، 821 میں فلم أزل أستزیدہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

فرددت الیہ ان ھون علی امتی (وان امتی لاتطیق ذٰلک) (میں بار بار جبریل سے کہتا رہا کہ میری امت پر آسانی کیجئے۔ ایک روایت میں ہے کہ "وہ صرف ایک لہجہ پر قرآن پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔"

(2) اس صفحہ اور اگلے صفحہ پر ہے۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت ہشام بن حکیم بن حزام یقرأ سورۃ الفرقان فی حیاۃ رسول اللّٰہ ﷺ فاستمعت لقراءتہ فاذا ھو یقرَأ علی حروف کثیرۃ لم یُقرِئنیھا رسول اللّٰہ ﷺ فکِدتُّ أُساوِرُہٗ فی الصلوۃ فتَصَبَّرتُ حتی سلَّم فلَبَّبْتُہ بردائہٖ فقلت من اقرأك ھذہ السورۃ التی سمعتُك تقرأ؟ قال: اقرأ نیھا رسول اللّٰہ ﷺ فقلت کذبتَ فانَّ رسول اللّٰہ ﷺ قد أقرأ نیھا علی غیر ماقرأتَ، فانطلقتُ بہ أقودُہٗ الی رسول اللّٰہ ﷺ فقلت انی سمعت ھذا یقرأ سورۃ الفرقان علی

حروف لم تُقرئنیها فقال رسول اللّٰہ ﷺ أَرسِلهُ۔ اقرأ یا ھشام فقرأ علیه القراء ۃ التی سمعته یقرأ فقال رسول اللّٰہ ﷺ: کذلك أنزلت ثم قال: اقرأ یا عمر! فقرأتُ القراء ۃ التی اقرأنی فقال رسول اللّٰہ کذلك أُنزلت ۔ انَّ ھذا القرآن أنزل علی سبعة احرف فاقرء وا ماتیسَّر منه

(عمر بن خطابؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے آپ کی زندگی میں ہشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو وہ ایسے لہجات میں پڑھ رہے تھے، جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر لپک پڑھتا پھر میں نے صبر سے کام لیا حتی کہ انہوں نے سلام پھیرا۔ میں نے انہی کی چادر کو ان کے گلے میں ڈال کر کھینچتے ہوئے کہا: جو سورت میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا، تمہیں کس نے پڑھائی؟ انہوں نے کہا: رسول اللہؐ نے۔ میں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھے تو رسول اللہؐ نے یوں نہیں پڑھائی۔ میں انہیں کھینچتا ہوا آپؐ کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے اسے سورۃ فرقان ایسے پڑھتے ہوئے سنا جیسے آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! ہشام کو چھوڑ دو پھر آپؐ نے ہشام کو پڑھنے کو کہا۔ انہوں نے بالکل ویسے ہی پڑھا جیسے میں نے سنا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ یعنی یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے پھر آپؐ نے مجھے پڑھنے کو کہا۔ میں نے ویسے ہی پڑھا جیسے آپؐ نے مجھے سکھایا تھا تو آپؐ نے فرمایا: کَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ یعنی یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

ان ھـذا الـقراٰن أنزل علی سبعة احرفٍ فاقرأ وا ماتیسرمنهٗ یعنی قرآن مجید کوسات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔جس طرح آسانی ہواس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔

(3) صیح مسلم حدیث نمبر 821میں یوں ہے: عَنْ أبیّ بن کعب ؓ أنَّ النَبیَّ ﷺ قـال عـند أضَاة بنی غفّار فأتاہ جبریل علیه السلام فقال: ان اللّٰه یا مرك أن تـقـرئَ أمَّتَك القرآ ن علی حرف فقال: أسأل اللّٰه معافاتَه ومغفرته وان امتـی لا تـطـیق ذٰلك ثم أتاہ الثانیة فقال: ان اللّٰه یا مرك أن تقرئ امَّتك الـقـرآنَ عـلی حرفین فقال أسأل اللّٰه معافاته و مغفرتَه وان امتی لاتطیق ذٰلك ثـم جـاء ہ الـثـالـثة فـقال ان اللّٰه یا مرك أن تقرئَ أُمَّتك القرآن علی ثـلاثة أحرف فقال: أسأل اللّٰه معافاته ومغفرته وان امتی لاتطیق ذٰلك ثم جاء الرابعة فقال ان اللّٰه یامرك ان تقرئَ امتك القرآن علی سبعة احرف فَاَیُّمَا حرف قرء وا علیه فقد أصابوا۔(صحیح مسلم:۸۲۱)

(حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے تالاب کے پاس موجود تھے کہ جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپؐ کے لیے حکم خداوندی ہے کہ اپنی امت کو ایک لہجہ پر قرآن مجید پڑھایئے۔آپؐ نے فرمایا میں اللہ سے معافی ومغفرت کا طلب گار ہوں،میری امت ایک لہجہ پر پڑھنے کی طاقت نہیں

رکھتی۔ پھر اللہ کے حکم سے جبریلؑ دوسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا آپؐ اپنی امت کو دو لہجات پر قرآن پڑھائیے۔ آپؐ نے پھر وہی بات دہرائی جبریلؑ تیسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا کہ آپؐ کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ تین لہجات پر پڑھائیے۔

آپؐ نے پھر اپنی بات دہرائی۔ جبریلؑ چوتھی مرتبہ آئے اور کہا کہ آپؐ اپنی امت کو سات لہجات میں پڑھائیے ان میں سے جس کے مطابق پڑھیں گے درستی کو پالیں گے۔

(4)عن ابی بن کعب ﷺ قال: کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراءة أنکرتُها علیه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبِه فلمّا قضینا الصلوٰة دخلنا جمیعًا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت ان هذا اقرأ قراءة انکرتها علیه و دخل آخر فقرأ سوی قراءة صاحبه فامرهما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقراء فحسَّنَ النبیُّ ﷺ شأنهما فَسَقَطَ فی نفسی من التکذیب ولا اذ کانت فی الجاهلیة فلما رأیٰ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،ماقد غشینی ضرب فی صدری فَفِضْتُ عَرَقًا، و کأنَّما أنظرُ الی اللّٰه فرقا فقال لی: یا أبیُّ أرْسِلَ الیّ أن أقرأ القرآن علی حرف فردِدتُّ الیه أن هوِّن علی امتی فردَّ الیَّ الثانیة أقرأه علی حرفین فرددتُ الیه أن هوِّن علی امّتی فردَّ الیَّ الثالثة أقرأه علی سبعة احرف ذٰلك بکلِّ ردَّةٍ ردتُّکها مسئلة تسألنیها فقلت: اللّٰهمَّ اغفر لأمتی، اللّٰهم

اغفر لأمتی فَأخَّرتُ الثالثة لیوم یرغب الیَّ الخلقُ کلُّھم حتی ابراھیم علیہ السلام (صحیح مسلم 820)وَ فِی بَعض طرق ھذا الحدیث:واختَبَأتُ الثالثة شفاعة لأمتی یوم القیامة۔

(ابی بن کعبؓ سے مروی ہے،فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ایک آدمی آیا اس نے ایسی قراءت کی جس پر میں نے تعجب کیا پھر ایک اور آدمی آیا جس نے اس سے بھی مختلف قراءت کی۔ جب ہم نے نماز ادا کر لی تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔میں نے عرض کیا کہ حضور! اس نے ایسی قراءت کی ہے کہ جو میں نہیں جانتا تھا۔اور دوسرے نے اس سے بھی مختلف تلاوت کی۔آپؐ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے پڑھا تو آپؐ نے ہر ایک کی قراءت کو سراہا۔میرے دل میں ایسا وسوسہ پیدا ہوا جو کبھی دورِ جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جب آپؐ نے میری اس کیفیت کو دیکھا تو میرے سینے میں ہاتھ مارا۔ مارے خوف کے میرے تو پسینے چھوٹ گئے اور یوں محسوس ہوا جیسے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں،پھر آپؐ نے فرمایا:اے ابی!اللہ تعالٰی نے میرے پاس فرشتے کو بھیجا تا کہ میں ایک لہجہ پر قرآن پڑھوں۔میں نے مطالبہ کیا کہ میری امت پر آسانی کیجئے۔فرشتہ پھر دوسری مرتبہ آیا اور کہا دو لہجات پر امت کو پڑھایئے۔میں نے پھر وہی مطالبہ کیا۔جب تیسری دفعہ فرشتہ آیا تو اس نے کہا آپ اپنی امت کو سات لہجات میں قرآن مجید پڑھایئے اور ہر مطالبہ کے عوض آپ کو ایک سوال (دعا) کرنے کی اجازت ہے۔میں نے کہا اے اللہ میری امت کو معاف فرمادے۔اے اللہ میری امت کو معاف فرمادے۔تیسری

دعا کو میں نے اسی دن کے لیے محفوظ کر رکھا ہے جب تمام مخلوق بشمول ابراہیم علیہ السلام میری طرف پلٹے گی۔اس روایت کو امام مسلم اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں کہ تیسری دعا کو میں نے اپنی امت کی روزِ قیامت سفارش کے لئے مؤخر کر رکھا ہے۔)

(5) عن أبیّ ﷺ قال لقی رسول اللّٰہ ﷺ جبریلَ فقال: یا جبریلُ انی بعثت الی امۃ امیین فیھم العجوز والشیخ الکبیر و الغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرأ کتا با قطُّ۔ قال یا محمد ﷺ ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف (سنن الترمذی 2944۔(حضرت ابیؓ سے مروی ہے،فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے جبریلؑ سے کہا: میں تو ان پڑھ لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ان میں غلام،لونڈیاں،بوڑھے کمزور اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی کتاب پڑھ کے نہیں دیکھی،تو جبریلؑ نے فرمایا: اے محمدؐ قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے)۔امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے نقل کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: ’’یہ حدیث حسن صحیح ہے۔‘‘)

(6)عن ابی قیسٍ مولی عمروبن العاص رضی اللّٰہ عنہ أن رجلا قرأ آیۃ من القرآن فقال لہ عمرو انما ھی کذا و کذا بغیر ما قرأ الرجلُ فقال الرجل ھکذا أقرأ نیھا رسول اللّٰہ ﷺ فخرجا الی رسول اللّٰہ ﷺ ذحتی أتیاہ فذکرا ذٰلک فقال ﷺ ان ھذا القرآن نزل علی سبعۃ احرف، فأیَّ

ذلك قرأتم اصبتم فلا تماروافی القرآن فان المراء فیه کفر (مسند احمد 204/4) (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلام ابوقیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس طرح نہیں ہے۔آدمی نے کہا مجھے تو آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھایا ہے،دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے اور معاملہ گوش گزار کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔یہ قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔ان میں سے جس کے مطابق بھی پڑھو ٹھیک ہے۔سنو!تم قرآن کریم میں جھگڑا مت کرو کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔)

(7)عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: نزل القرآن علی سبعة احرف والمراء فی القرآن کفر ثلاث مرات ۔ فما عرفتم منه فاعملوا وما جهلتم منه فردّوه الی عالمه أی فتعلموه ممّن هوأعلم منکم (مسند احمد 2 صفحہ 300)(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں جھگڑا کفر ہے۔آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔لہٰذا جھگڑا مت کرو۔اس میں جس بات کا علم ہو اسی پر عمل کرو اور جس کے بارے میں علم نہ ہو اُسے اپنے سے بڑے عالم قرآن کے پاس لے جاؤ تا کہ سمجھ سکو یعنی جو تم سے زیادہ جانتا ہو اس سے سیکھ لو۔)

(8)عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال أقرأ نی رسول اللہ ﷺ سورة من آل حم فرُحتُ الی المسجد فقلت لرجل اقرأها فاذاهو یقرأ حروفا ما أقرأها

فقال أقرأنيها رسولالله ﷺ فانطلقنا الى رسول الله ﷺ فاخبرناه فتغيَّر وجهُه فقال انَّما اهلك من كان قبلكم الاختلافُ ثم أسرَّ الى عليّ رضی اللہ عنہ شيئا فقال عليّ ان رسول الله ﷺ يأمركم ان يقرأ كل منكم كما عُلِّمَ۔ قال فانطلقنا وكل رجل منا يقرأ حروفا لا يقرأها صاحبه (مستدرک الحاکم،جلد 2صفحہ 223) (حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے حٰم والی سورتوں میں سے کوئی سورت سکھائی۔ میں مسجد میں گیا اور ایک آدمی سے کہا کہ وہی سورت پڑھو جب اُس نے پڑھنا شروع کیا تو وہ ایسے حروف (لہجات) میں پڑھنے لگا جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ جب میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے پڑھے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھے تو رسول اللہؐ نے ہی ایسے پڑھایا ہے۔ ہم اللہ کے رسولؐ پاس آئے اور معاملہ بیان کیا تو غصہ کی وجہ سے آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: تم سے پہلوں کو اسی اختلاف نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے علیؓ سے سرگوشی فرمائی۔ حضرت علیؓ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جیسے تمہیں پڑھایا جاتا ہے ویسے ہی پڑھو۔ حضرت مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل دئے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی قراءت کے علاوہ قراءت میں پڑھتا تھا۔)

(9) عن زيد بن ارقمؓ قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال أقرأني ابن مسعودؓ سورة أقرأنيها زيد وأقرأنيها ابي بن كعب فاختلفَت قراءتُهم

فبقراء ة ایّھم آخذُ؟فسکت رسول اللّٰہ ﷺ وعلیٌّ الی جنبه فقال علیّ لیقرأ کل انسان منکم کما عُلّم فانه حسن جمیل (معجم الکبیر لطبرانی 4938) (حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ مجھے ایک ہی سورۃ تین اشخاص یعنی ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ اور زیدؓ نے پڑھائی لیکن ہر ایک کی قراءت مختلف ہے۔ مجھے بتایئے کہ میں کس کی قراءت کے مطابق پڑھوں؟ آپؐ خاموش رہے۔حضرت علیؓ جو آپ کے پہلو میں تشریف فرما تھے نے کہا جیسے ہر انسان کو سکھایا گیا ہے وہ ویسے ہی پڑھے۔ یہ تمام انداز خوب اور اچھے ہیں۔)

9عدد منتخب روایات کا مطالعہ: یاد رہے کہ ایک ہی لکھی ہوئی عبارت کو مختلف پڑھنے والے اپنے لہجے میں پڑھیں گے۔رشد میں ان روایات کے اردو ترجمہ میں حروف کا ترجمہ لہجات کیا گیا ہے جو کہ قارئین کو چکمہ دینے کے لیے ہے،بعد میں حروف اور اعراب میں تبدیلیاں لائی گئی ہیں،اور گاہے مختلف المعانی الفاظ بھی لائے جاتے ہیں۔

محترم قارئین سے گزارش ہے کہ ان روایات کے مطالعہ کے دوران یہ ذہن میں رکھیں کہ:

''رشد'' کے ترجمہ میں لہجہ اور لہجات کی جگہ قراءت اور قراءات ہی سمجھیں۔

ایک ہی لکھی ہوئی عبارت کے پڑھنے میں **لہجہ** ہر فرد کا اپنا ہوتا ہے،

اسی طرح ایک ہی لکھی ہوئی عبارت کے پڑھنے میں مختلف گروہوں اور قبیلوں کا اپنا اپنا لہجہ ہوتا ہے۔

کیا کوئی شخص مسلمان ہوسکتا ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قراءت اچھا نہیں لگتا۔ اور مقابلہ میں آئمہ اختلافات کی متعدد قراءات اور "رشد" کی زبان میں "لہجات" اچھے لگتے ہیں۔

اور یہ کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ میں کسی آیت کے کسی لفظ کی ادائیگی سے قاصر ہے، تو یہ اس کی مجبوری ہے اور اسکے لیے رخصت موجود ہے، اس کے لیے روایات وضع کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

روایت نمبر 1 (جو بخاری شریف کی 4951 ویں روایت ہے) میں کہا گیا ہے کہ جبریلؑ نے نبی کریمؐ کو ایک لہجہ (قراءت) پر قران مجید پڑھنے کا حکم دیا تو آپؐ نے زیادہ کا مطالبہ کیا اور مسلسل زیادتی کا سوال کرتے رہے حتی کہ معاملہ سات لہجات (قراءات) تک جا پہنچا۔

کیا جبرائیلؑ استاد تھے؟ حضرت جبریلؑ نبی کریمؐ کو حکم دینے کے مجاز نہیں تھے۔

روایت میں *اقرأنی جبریل علی حرف* ہے جس کا ترجمہ "مجھے جبریل نے ایک حرف (لہجہ) پر پڑھایا ہے۔" قرآن (مجید) کا لفظ مترجم جناب قاری محمد صفدر مدرس کلیۃ القرآن

الکریم ،لوکوورکشاپ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔یعنی یہ تشریحی وتوضیحی ترجمہ ہے۔بہرحال اگر جبریلؑ نے پڑھایا تھا،تو کیا جبریلؑ نبی کریمؐ کے استاد تھے جوانہوں نے ایسا کیا؟

اور یہ کہ یہ کہاں لکھا ہے،

کہ ہر وضعی حدیث کی تاویلیں اور پھر ان کی وضاحتیں بھی خوب کی جائیں گی۔ان شیوخ الحدیث کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ قران کی نص سے اسے ثابت فرمائیں۔

زیرِ بحث روایت کی مزید تشریح کے طور پر مسلم شریف کی روایت 820،821 نقل کی گئی ہے،جسکی عبارت یوں ہے:

فرددت الیه ان هون علی امتی [و انّ امتی لاتطیق ذلك]

"میں باربار جبریلؑ سے کہتا رہا کہ "میری امت پر آسانی کیجیے،

ایک روایت میں ہے کہ وہ صرف ایک لہجہ پر قرآن کریم پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے"

جبرائیلؑ کے اختیارات:یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبریلؑ کو رسول اللہ کی امت پر آسانی کرنے کا اختیار تفویض کرنے کا قران مجید میں کہاں ذکر ہے؟

صحاح ستہ میں بھی کہیں ذکر نہیں،

بلکہ یہ بات تو روایات وضع کرنے والے بھی بھولے ہوئے ہیں۔

علاوہ ازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ

[وانَّ امتی لاتطیق ذٰلك]

کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے...

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَھَا...(البقرۃ2:286)

(اللہ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا)

سورت انعام کی آیت 152 میں فرمان خداوندی ہے:

''لَانُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَھَا ....''

(ہم کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے)۔

ان آیات کریمہ میں واضح کردیا گیا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ کوئی ذمہ داری ،تفویض نہیں کرتے ،

اور نہ ایسا کوئی کام سپرد کرتے ہیں۔

لٰہذا یہ بات نا قابلِ تصور ہے کہ

☆ نبی کریم عَلیه التحیة وَالتَّسلِیم، اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے لاعلم تھے،

☆یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کہ قرآن ایک لہجہ پر پڑھو کو اپنی امت کے لئے تکلیف بالا یطاق سمجھا۔

آپؐ توإِن اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوحٰی اِلَیّ کا اعلیٰ ترین اور قابل تقلید نمونہ تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت مسلم معاشرہ سے باہر بیٹھے ہوئے افراد نے وضع فرمائی ہے۔اور یہ کہ مکمل وضعی روایت ہے اس لیے رد کی جاتی ہے۔

اہل قراءات حضرت محمدؐ ابن عبداللہ کو عالمی نبی نہیں ماننا چاہتے:

نبی کریمؐ کی قوم قریش ہے،اس کے سات قبائل یا لہجے مان بھی لیے جائیں تو روایت کے متن کے مطابق، نبی کریمؐ کی درخواست تو اپنی پوری امت کے لیے آسانی کے حصول کے بارے میں تھی جو ساری دنیا کے لوگ ہیں، بعثت نبوی سے اس وقت تک جب تک دنیا قائم رہے گی۔

ان کی آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قران حکیم عربی مبین میں نازل فرمایا جو متعدد مسلمان ملکوں کی مادری زبان ہے اور مسلمانوں کی نالائقی اور نااہلی کے علی الرغم مسلمہ بین الاقوامی زبان کی حیثیت کی حامل ہے۔

لکھے ہوئے قران مجید میں قبائلی لہجے تلاش کرنا ایک لاحاصل مشق ہے اور تحریف پارٹی اور ان کے استعمال میں آنے والے آزاد کردہ غلاموں، جو ائمہ اختلافات اور قراء مشہور کئے گئے تھے، کے ذہن قریش کے چند قبائل کے لہجوں سے آگے سوچنے کی صلاحیت سے محروم تھے۔ ان سے منسوب تمام روایات کا یہی حال

ہے۔متن اور گرامر کی وافر اغلاط کے علاوہ جابجا تاویلوں سے کام نکالا جاتا ہے۔اس طرح سے یہ بیشتر روایات مکمل وضعی ہیں۔

ساری امت کے لیے تو ایک قراءت ہی بہتر ہے۔ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے لہجوں میں پڑھتے رہیں،مگر لکھنے میں ایک ہی قراءت آئے گی۔اس سے نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ سب غیر مسلموں کی فکر ہے۔ایک مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

عربی مبین: قرآن مجید کی زبان کلاسیکل اور معیاری ہے یہ العربیة الفصحی اور اللغة الفصحی ہے۔لہجہ کسی مخصوص علاقہ کی بولی ہوتا ہے۔عالم عرب میں کتب مجلّات وجرائداسی اللغةالفصحی میں شائع ہوتے ہیں۔مالک یوم الدین اور ملکین کے مقابلہ میں مَلک یوم الدین اور ملکین بھی فصیح عربی کے الفاظ ہیں۔انہیں قران میں تحریف کے لیے استعمال کرنے کی عجمی سازش قابل مذمت اور قابلِ سرزنش ہے۔

اسی طرح حرف سے لہجہ یا قراءت مراد لینا لغوی مفہوم نہیں بلکہ اصطلاحی مفہوم ہے اور دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہے۔رسول اللہؐ نے اللہ کی وحی،مرکز اسلام کی جانب سے قران، نقاط واعراب سمیت ترتیب سے لکھ اور لکھوا کر امت کے سپرد کیا تھا،اوران کی احادیث ہی بتاتی ہیں کہ نیز پہنچانے کا حق ادا کر دیا تھا۔

اس کے کسی نسخہ پر بروایت ورش عن نافع،یا بروایة قالون عن نافع یا بروایة دوری عن ابی

عمرو بصری یا بروایۃ حفص عن عاصم نہیں لکھا ہوا تھا، کیونکہ ورش، نافع، قالون، دوری عمرو بصری، حفص اور عاصم وغیرھم اس وقت تک عالم وجود میں نہیں آ سکے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے۔ اور اللہ کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک قراءت کے علاوہ کسی اور لہجے یا قراءت کا محتاج نہیں۔ اور متعدد قراءات کا یہ سارا جال قرآن مجید میں تحریف کے ساتھ ساتھ اس مبارک قراءت کو غائب کرنے کے لیے پھیلایا گیا۔

قوم کی زبان میں اللہ کا پیغام: قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ.... (ابرٰھم 4:14)

''اور ہم نے (پہلے) تمام پیغمبروں کو (بھی) انہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں۔'' (ترجمہ اشرف علی تھانویؒ)

اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ سمیت تمام پیغمبر اپنی اپنی زبانوں میں احکام الٰہیہ لے کر آئے تھے۔

رسول کریمؐ کی زبان عربی تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے واضح ہے:

لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌo (النحل 103:16)

(جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں، اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانویؒ)

بین الاقوامی زبان۔ یعنی قرآن مجید عربی مبین میں نازل ہوا، جو صاف عربی ہے، کسی نام نہاد امام قراءت یا کسی مقری کی زبان یا لہجہ میں نہیں۔ **جو کتاب ساری دنیا کے لوگوں کے لیے ہدایت ہو وہ کسی شہر کے سات، دس، چودہ محلوں کے لہجوں یا بولیوں میں نہیں ہوسکتی**، اس کے لیے ایک بین الاقوامی زبان ہی سجتی ہے۔

ڈرامہ اور لطیفہ: یہ بھی عجیب ڈرامہ ہے کہ جبریلؑ نے رسول اللہؐ کے استاد اور معلم بن کر آپؐ کو ایک لہجہ پر قران پڑھایا تو آپؐ نے اس سے زیادہ کا مطالبہ کیا اور مسلسل زیادتی کے سوال کرتے رہے حتی کہ معاملہ سات لہجات تک جا پہنچا۔ یعنی شاگرد استاد کو بار بار لوٹاتا رہا کہ مزید لہجوں پر پڑھنے کے احکام لائے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ **اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کہ وہ ایک لہجہ یا سات لہجے کیا تھے۔** **یا للعجب۔**

دوسری روایت میں حضرت عمر بن خطابؓ نے ہشامؓ بن حکم بن حزام کو سورہ الفرقان کئی لہجوں (رشد ترجمہ میں قراءت کو لہجہ لکھ دیتا ہے تاکہ عام قاری کے لیے قابل ہضم ہوجائے) میں تلاوت کرتے سنا تو وہ ہشام کو رسول اللہ کے پاس لے گئے۔ ہشام نے اسی طرح سورت پڑھی تو نبی کریم نے فرمایا **کذلک انزلت** (یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے) اور حضرت عمرؓ نے مختلف قراءت پر پڑھی تو آپؐ نے اس کے متعلق بھی فرمایا کہ **کذلک انزلت** ۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا *انّ ھٰذا القرآن أنزل علی سبعة أحرف فاقرؤا*

مـا تـیـسّـر مـنـہ (قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے، جس طرح آسانی لگے اس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔) حضرت عمرؓ نے حضرت ہشامؓ کو کــذبــتَ (تو نے جھوٹ بولا) کہا تھا۔ اسکی مقالہ نگار نے حافظ ابن حجرؒ سے کئی سو سال بعد میں تصحیح کروائی ہے کہ ہشامؓ صاحب کو حضرت عمرؓ نے جو کذبتَ کہا تھا اس سے انکی مراد اخطأت تھی۔ یعنی تو نے غلط پڑھا، اور ساتھ ہی انکشاف فرمایا ہے کہ اہل حجاز خطا پر جھوٹ کا اطلاق کرتے ہیں۔
(فتح الباری 1:31)۔

ابن حجر حدیث کی مدافعت کے لیے حاضر:

حافظ ابنِ حجرؒ صاحب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:
حضرت عمرؓ نے تو سورۃ الفرقان آپؐ سے بہت پہلے سن رکھی تھی، پھر اس سورت میں جو کچھ ان کے حفظ کے علاوہ نازل ہوا، وہ اُسے نہیں سن سکے تھے۔ حضرت ہشامؓ تو فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے اس سورت کو بعد میں نازل شدہ کے مطابق پڑھا۔ ان دونوں حضرات میں یہ بات اختلاف کا سبب بنی۔
ابتداءً سیدنا عمرؓ کے انکار کو اسی بات پر محمول کیا جانا چاہئے کہ انہیں اس واقعہ سے قبل حدیث انزل القرآن علی سبعة احرف کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے انکار کر دیا۔ (فتح الباری 11/31)

حافظ ابن حجر عسقلانی ہمارے لیے قابل احترام ہیں کیوں کہ وہ ہماری اجازت روایت قران اور اجازت روایت صحاح ستہ و دیگر کتب جو ہمیں استاذی المکرّم علامہ رحمت اللہ طارق، سے حاصل ہے، میں ایک مقتدر وسیلہ کی حیثیت کے حامل ہیں۔ مگر انکا یہ فرمانا کہ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ سے قبل حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف کا علم نہیں تھا، لہٰذا انہوں نے (حضرت ہشامؓ کے مختلف لہجات کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔ یہ بات جہاں ان کی محض ذاتی وضاحت ہے، اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے کہ سات لہجوں میں قرآن کے نزول کی کہانی سراسر جھوٹی ہے۔

قارئین کرام **حدیث کا متن کہتا ہے** کہ ہشام سورہ الفرقان کوئی لہجوں میں تلاوت کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عمرؓ جو مرکز اسلام تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زیادہ قراءات ہشام کو سکھائی تھیں۔ گویا وضع حدیث میں زیادہ سقم رہ گیا ہے۔ نیز جب ہشام رسول اللہ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو اس بارے میں ایک ہی لہجہ کی بات وضع ہو سکی ہے۔

کوئی ہے! جو اس روایت کا ''واضح طور پر وضع'' ہونا جھٹلا سکے؟؟؟

قارئین کرام! انزل القرآن علی سبعۃ احرف روایت ہے... قران نہیں؟

حضرت عمرؓ کی حضرت ہشامؓ سے ملاقات نہ ہوتی اور وہ ہشام صاحب کوئی لہجوں میں سورۃ الفرقان تلاوت کرتے نہ سنتے تو انہیں پتہ ہی نہ چلتا کہ قران میں بعد میں (نعوذ باللہ) کئی تبدیلیاں کی گئیں جن کے مطابق ہشام صاحب نے مذکورہ سورت کئی لہجوں میں تلاوت کی۔ اسی لیے انزل القرآن علی سبعۃ احرف والی روایت، جو یقیناً وضعی ہے، بعد میں گھڑ کر پہلے احادیث کی کتابوں میں اور پھر قرآن مجید کے محرف نسخوں میں شامل کر دی گئی، جو کئی سو سال بعد بروایت دوری، بروایت قالون، بروایت ورش شائع کیے گئے۔

عمر فاروق مرکز اسلام کا حصہ تھے: حافظ ابن حجرؒ کی یہ توجیہ بھی عجیب ہے کہ حضرت عمرؓ نے سورت الفرقان بہت پہلے سن رکھی تھی، لہٰذا بعد میں اس سورت میں جو کچھ ان کے حفظ کے علاوہ نازل ہوا وہ اُسے نہیں سن سکے تھے؟ حضرت عمرؓ نے تو سورت الفرقان مکمل سنی تھی لہٰذا بعد میں اس میں کچھ اور نازل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس وضعی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے حضرت ہشامؓ سے جو کچھ سنا وہ حضرت عمرؓ کی سنی ہوئی مکمل سورت کے خلاف اور اس سے ہٹ کر تھا، لہٰذا ان کا اعتراض بجا تھا۔ رہ گیا یہ کہ نبی کریمؐ نے دونوں کی قراءات ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود درست قرار دیا، تو اس میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت میں یہ بات آپؐ سے غلط منسوب سمجھی جانی چاہیے، کیونکہ اس سے تو

ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے جن الفاظ میں سورت الفرقان نازل فرمائی تھی، بعد میں آئمہ قراءات کی دوسری تیسری صدی میں گھڑی ہوئی روایات کی مطابقت میں الفاظ میں تبدیلی کر دی گئی اور تحریف پارٹی کی ایماء پر مزید قراءات کی روایات گھڑی گئیں اور یوں حفص، دوری، قالون اور ورش کی روایات کے حامل نسخے بنائے گئے۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک ہی لکھے ہوئے متن کو دونوں حضرات مختلف لہجوں میں پڑھ رہے ہوں، یہاں دونوں صحیح ہوسکتے ہیں۔ مگر اسکا کیا جواب ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے والے بھول گئے کہ یہ دونوں ہی قریشی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ مثال سے بات سمجھ آئے گی۔

صابن: قارئین محترم!

ایک لفظ ہے "صابن" اسے نہانے، منہ دھونے اور کپڑے دھونے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسے بولنے میں ایک لہجہ ہے "صَابُن"

بولنے میں دوسرا لہجہ ہے "صَابُون" جیسے ہمارے راولپنڈی اور گوجر خان میں بولا جاتا ہے۔

کچھ شمالی علاقوں میں "صَبُون" بھی بولا جاتا ہے۔

پنجابی لہجہ میں "سَابَن" بھی بولا جاتا ہے۔ شابن کی صوتی ادئیگی بھی ملتی ہے۔

اسی طرح مختلف علاقوں میں اور بھی کئی لہجے موجود ہیں۔

مگر ان تمام علاقوں میں اسے لکھا صابن ہی جاتا ہے۔

اب آیئے ایک چھوٹا سا بچہ الفاظ کی ادائیگی سیکھ رہا ہے،

ماں سکھا رہی ہے۔

ماں کہتی ہے چھونے (سوٗنے) کہو ''صابن'' بچہ کہتا ہے ''بَابَن''

ایک اس سے بھی چھوٹے بچہ کو ماں کہتی ہے، کہو صابن، بچہ کہتا ہے ''بَن''۔

ماں باپ اس پر بھی خوش ہوتے ہیں، اور گھر میں بچے کی ادئیگی استعمال کرتے ہیں۔

شوہر بیوی سے، پیارے بچے کی ادئیگی میں بات کرتا ہے،

''بَابَن کہاں ہے؟'' اور بیوی اسے سمجھ لیتی ہے اور صابن فراہم کردیتی ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں ایک للے پھتے کی باتیں۔

باپ کہتا ہے، ''مَنّے کہو صابن۔ جواب آتا ہے ''تھابُم''

اب ملاحظہ فرمائیں ایک اور للے پھتے کی بات جو کہ امام ہے، کیونکہ امام کا بیٹا ہے۔

ماما کہتی ہے حضرت! کہیے صابن، جواب آتا ہے ''بھاشُن''۔

بیوی شوہر کو کہتی کہ چھوٹے حضرت صاحب نے نہانا ہے اور ''بھاشُن'' لانے والا ہے!

اور شوہر بازار سے صابن لے آتا ہے۔

اب بچوں کے گھر والے تو سب سمجھیں گے۔ مگر جو بھی اسے بچہ کے لہجہ کی صوتی آواز میں لکھے گا تو وہ اسے خود ہی پڑھے گا۔

آپ چاہے اسے "کمال علم" کہہ کر تقسیم کرتے پھریں، گھر سے باہر کے ان پڑھ سے لے کرارد و ادب کے ڈاکٹر حضرات اسے اسٹینڈرڈ قسم کی بے وقوفی ہی کہیں گے، بلکہ مزید وافر قسم کی پنجابی بھی سننے کو مل سکتی ہے۔

قارئین محترم!

ایسی ہی باتوں کو لے کر تحریف پارٹی نے

ان پچھلے اماموں، راویوں اور آج کے سب شیوخ الحدیث کو،

اختلاف قراءات ماننے والے شیوخ القرآن کو اور

اگلے پچھلے سب کے سب مقری حضرات کو صحیح معنوں میں

کسی کو الّو، کسی کو نکو اور سب کو بے وقوف اور بدھو، بلکہ پھدو بنایا ہے،

اور خوب بنایا ہے۔

اب لطیفہ یہ ہے کہ ان سب نے بھی، صحیح معنوں میں، اور کما حقہ،

الّو، نکو، بیوقوف اور بدھو بلکہ پھدو بننے کا حق ادا کردیا ہے۔

اورتحریف پارٹی کے اگلے اورآج کے نمائندے،
ان کی اس حرکت پر خوشی سے لوٹ پوٹ ہیں۔
مبارک اور کامیابی ان کے حصہ میں آئی ہے۔

اور یہ قراءات، (رشد کے لہجے) یہ مقالے اور **انتہاء کی ذلت** ہمارے آپ کے لیے وافر۔
جسے "کمبل" اچھا لگتا ہے وہ خوشی سے "کمبل" کو دبوچ لے، اور جسے لالچ نہیں وہ اپنا بچاؤ کر لے۔

تیسری روایت میں فرشتہ جبریلؑ کے نبی کریمؐ کے پاس آکر بتاتا کہ اللہ کا حکم ہے کہ آپؐ امت کو ایک لہجہ (قراءت) پر قران پڑھائیں۔ یہ حکم تین مرتبہ دہرایا اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالٰی نے آپؐ کو سات لہجات میں قران پڑھانے کا حکم دیا، جبکہ روایت نمبر 4 میں ہے کہ جب تیسری دفعہ فرشتہ آیا تو اس نے کہا کہ آپؐ اپنی امت کو سات لہجات میں قران مجید پڑھائیں۔ اس واضح تضاد کو محسوس کرتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ:

"ان دونوں **روایات میں تطبیق** کی صورت یہ ہے کہ
بعض اوقات اختصار کی غرض سے تکرار حذف کر دیا جاتا ہے۔"

جی ہاں..... مگر العلامہ صاحب ایسا بھی ہوتا ہے کہ:

☆روایات وضع کرنے میں کمزوری رہ ہی جاتی ہے۔

☆بقول استاذ محترم علامہ رحمت اللہ طارق جھوٹ گھڑا ہی اس لیے جاتا ہے کہ آخر

ایک دن پکڑا جائے۔

☆ ویسے بھی کبھی تطبیق کہیں تاویل، اور وضاحتیں،

☆ انہیں علم کی باتوں میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

☆ قارئین محترم اس وضعی روایت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا،

ایک قراءت کا، منشاء بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک اور جھوٹ ملاحظہ ہو: بخاری کی ایک روایت کے مطابق سورہ علق کے نزول کے موقع پر فرشتہ جبریلؑ نے جب رسول اللہؐ سے کہا کہ اقراء---تو آپ نے تین بار فرمایا:

ما انا بقاریؑ، (مجھے پڑھنا نہیں آتا)

تو فرشہ موصوف نے آپؐ کو اپنے سینہ سے لگا کر زور سے بھینچا تو آپؐ نے فرفر پڑھنا شروع کردیا۔ مگر قران مجید کے مطابق جبریلؑ نے قران آپؐ کے دل میں اتارا تھا۔

وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ o

عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ o

(الشعراء 26:195-192)

اس صورت میں نہ تو وہ آپؐ کو نظر آئے تھے اور نہ کبھی سر را آپؐ کو ملنے آئے، نہ کبھی آپؐ کے پاس چل کر آئے۔ ایسی تمام باتیں Personification کا کرشمہ ہیں یعنی مجازی

رنگ لیے ہوئے ہیں لہٰذا انکا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا جبریلؑ کے ذریعے آپ کے قلب اطہر پر قرآن نازل کرنا اس مفہوم کا حامل ہے کہ آپؐ ان پڑھ نہیں تھے۔ فرشتے انسان کو نظر نہیں آتے۔

تو کجا من کجا! ویسے بھی ان پڑھ کو کہنا پڑھ! اور ایک مکمل کتاب بلکہ رہتی دنیا تک اربہا مسلمانوں کے لیے مکمل اور قابل عمل ضابطہ حیات کا نازل کر دینا بالکل عجیب بات ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ سے بہت بعید ہے۔ بلکہ کوئی انسان بھی ایسے نہیں کہے گا۔

امی رسول کا مطلب ہے ام القریٰ (مکہ) کا رہنے والا۔

قرآن مجید میں اسے ان معنوں میں استعمال بھی کیا گیا ہے۔

و منهم امّیّون لا یعلمون الکتٰب... (البقرة2:78) اور

هو الذی بعث فی الامّیّٖن رسولاً منهم ...... (الجمعه62:2)

امی کا مطلب ان پڑھ محض اور محض وضعی روایات کی عین عنایت ہے۔

نیز **ایک مشکل** یہ بھی آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قران پڑھانے کے لیے فرشتہ نے بھیجا، اور آپ نے پڑھنا شروع کر دیا اب امتی کیسے پڑھے؟؟ اور کیسے عمل کرے؟؟

کیا امت کے افراد بھی اسی طرح پڑھیں گے؟؟ اور پھر عمل کریں گے۔

یا کیا امتی فرشتہ کے بھینچے بغیر ہی پڑھ سکیں گے؟؟

اور کیا (میرے منہ میں خاک) افضلیت امتی کے حصہ میں آئے گی؟؟

بہتر ہو گا کہ ایسی تمام احادیث کو شیوخ الا حادیث کی جانب سے انفرادی اور اجتماعی طور پر وضعی اور مردود قرار دے کر اب لپیٹ دیا جائے۔اس کے لیے غریب امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ اور آنے والے مردوزن ان کے تہہ دل سے ممنون اور مشکور رہیں گے۔خدا بھی راضی نیز ہو جائے گا۔

تعالوا لیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم

چوتھی روایت کے متعلق مقالہ نگار نے واضح کیا ہے کہ حضرت ابیؓ نے اپنے ساتھی کی جس قراءت پر انکار کیا تھا وہ سورت النحل کی آیات تھیں۔لیکن بہت کوشش کے باوجود ہمیں علم نہیں ہوسکا کہ وہ کونسی آیات تھیں۔

قارئین آگاہ رہیں کہ:

پہلی روایت میں رسول کریم کو قرآن مجید ایک لہجہ (قراءت) پر پڑھنے کا حکم دیا گیا اور آپؐ کے اصرار پر ان قراءات کی تعداد بڑھا کر سات کردی گئی۔

دوسری روایت میں سورۃ الفرقان کی متعدد قراءات میں تلاوت کا ذکر ہے، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کون سی قراءات تھیں جن پر حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا اور نہ ہی

انہوں نے خود بتایا کہ وہ کونسی قراءات تھیں جو مختلف اور متضاد سمجھی گئیں۔

تیسری روایت میں قرآن مجید کو سات لہجات پر پڑھنے کی تاکید تک محدود ہے۔

چوتھی روایت راوی اور دو نمازیوں کی قراءتوں کے اختلاف پر مبنی ہے۔

پانچویں روایت میں حضرت ابی کی روایت میں بتایا گیا ہے کہ نبی کریمؐ کی جبریلؑ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے جبریل سے کہا:

''میں ان پڑھ لوگوں کی طرف معبوث کیا گیا ہوں، ان میں غلام، لونڈیاں، بوڑھے کمزور اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی کتاب پڑھ کر نہیں دیکھی ہے، تو جبریلؑ نے فرمایا:

''اے محمد! قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔''

اس وضعی روایت کے متن میں متعدد لطیفے موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

☆ اہل حدیث حضرات کے لیے پڑھنا لکھنا غیر شرعی ہے۔

☆ یہ کہ تمام پڑھے لکھے خواتین و حضرات اس وضعی روایت کے مطابق رسول اللہؐ کی امت نہیں ہیں۔

☆ کیا حضرت جبریلؑ کوئی انسان تھے جس سے رسول کریمؐ کی سر راہ ملاقات ہوئی تو آپؐ نے اپنی مشکل بتا کر جبریل نامی شخص سے حل چاہا تو اس شخص نے آپؐ کو خوشخبری سنائی کہ'' قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔'' اور ان سات لہجوں میں سے جس لہجہ میں قرآن حکیم

پڑھیں کے کام چل جائے گا۔

☆ روایت وضع کرنے والے امام صاحب کے دماغ عالیہ نے اس بات کا ادراک ہی نہیں کیا کہ وہ ایک ناممکن بات وضع کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ نہیں اور جبریل بتا رہے ہیں کہ قرآن سات قراءات یا لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔

☆ روایت کا متن بتا رہا ہے کہ اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملاقات سے پہلے علم ہونا چاہیے تھا۔

☆ اگر کوئی سوال کرے کہ چلو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی ہتو تھوڑی دیر کے لیے اگر فرض کر لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ نہیں تھا کہ قران سات قراءات یا لہجات میں نازل کیا گیا ہے ہتو جبریلؑ جو یہ وحی لائے وہ کدھر ہے؟ قران میں تو نہیں۔

ایسے ہی لطیفوں کو محسوس کر کے وحی خفی والی **روایات** وضع فرمائی گئی ہیں۔

امت کو ان پڑھ بتانا بھی ضروری اور 7، 10، 14، 20 قراءات بھی۔

☆ کیا پہلے انبیاء کی امتوں میں بوڑھے، کمزور، لونڈی، غلام اور ان پڑھ لوگ نہیں ہوتے تھے؟ اور

☆ کیا پہلی امتوں کے لئے بھی کتب سماویہ، مثلاً تورات، انجیل، زبور وغیرہ سات قراءات میں نازل ہوئی تھیں؟

☆ کیا انسانوں کی طرح ''سنت اللہ'' بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے؟؟

☆ کیا انسانوں کی دنیا میں، قریش یا مدینہ کی زبان میں،
معلقات میں یا کم ازکم صحاح ستہ میں (قران کے بارے وضعی روایات کے علاوہ)
متعدد قراءات کی مثالیں موجود ہیں؟؟

☆ اور ان قراءات کے اختلاف سے کلام الٰہی میں اختلاف اور تضاد کا کوئی امکان
نہیں بنتا؟

☆ قران کریم کی آیت ذٰلِکَ الکتٰبُ لَارَیْبَ فیه کی کیا تاویل فرمائیں گے۔

☆ اس دور کے اور آئندہ پیدا ہونے والے سب دانیوں، جزریوں اور
مقریوں کے پاس اگر کوئی جواب ہے تو امت مسلمہ پر احسان فرمائیں!

قرآن مجید کو متعدد لہجوں یا قراءات میں پیش کرنا محض تحریف پارٹی کی
خدمت ہے۔ مثال ملاحظہ فرمائیں:

قارئین کرام! متی کی انجیل عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کے زمانہ میں لکھی گئی اور
محض روایات پر مبنی ہے، اور آپ تحریف کو بآسانی معلوم کر سکتے ہیں۔

متی کی انجیل عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے باب کی آیات 1 تا 17 میں حضرت عیسیٰؑ کا
شجرہ نسب دیا گیا ہے، جس کے مطابق:

''یعقوب سے یوسف پیدا ہوا یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا، جو مسیح کہلاتا ہے۔''

اس باب کی 18 ویں آیت میں کہا گیا ہے کہ:

''اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی''۔

1 تا 17 آیات سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے والد کا نام یوسف تھا۔ مگر آیت 18 کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ یوسف سے منگنی کے دوران روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی، جس سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بے پدری ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر 18 ویں آیت کو صحیح سمجھا جائے تو شجرہ نسب بے معنی ہو جاتا ہے۔

18 ویں آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے پیدائش کے قانون قدرت سے متصادم ہے، لہٰذا یہ آیت وضعی ہے اور الحاقی ہے۔ علاوہ ازیں جب عیسیٰ علیہ السلام دین کی دعوت دیں، اپنی پیروی کی بات کریں، اور مخاطبین کہیں کہ اے عیسیٰ آپ تو ہمارے جیسے انسان نہیں ہو،

ہم تمہاری پیروی کیسے کر سکتے؟ آپ کی تو پیدائش ہی باپ کے بغیر ہے۔

گویا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک نبی کی اپنی پیدائش سنت اللہ اور معروف طریقے کے خلاف ہو۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں، جناب عصمت صاحب کی سر سید میموریل لائبریری کی شائع کردہ ایک کتاب ''ابن مریم علیہما السلام''۔

عیسیٰؑ کے بہن بھائی اور اولاد تھی۔

قران کریم میں حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کے بعد سورۃ الانعام 6:83 تا 87 میں سترہ انبیائے کرام کے نام لے کر جن میں عیسیٰؑ بھی ہیں، فرمایا:

''اور ان کے آبا وَاجداداور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بھی ہم نے ہدایت یافتہ بنائے اور ان کو برگزیدہ کیا۔''

وَ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کیے۔ ان میں سے ہر ایک کو ہدایت بخشی۔ اور نوح کو بھی ہم نے ہدایت بخشی اس سے پہلے، اور اس کی ذرّیت میں سے داؤد، سلیمان ایوب یوسف موسیٰ اور ھارون کو بھی۔ اور ہم خوب کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی۔ یہ سب نیکوکاروں میں سے تھے۔ اور اسمٰعیل، یسع، یونس اور لوط کو بھی، اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے عالم

والوں پر فضیلت بخشی۔اور ان کے آبا وَاجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بھی ہم نے ہدایت یافتہ بنائے اور ان کو برگزیدہ کیا۔ (ترجمہ امین احسن اصلاحیؒ)

اسی طرح قرآن مجید کے سات یا دس یا چودہ لہجوں یا قراءتوں میں نازل ہونے کی تمام روایات جعلی اور قابلِ رد ہیں، کیونکہ یہ سب قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں (تھوڑا نہیں بلکہ) بہت اختلاف اور تضاد پاتے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ٥

اگر قران اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں (تھوڑا نہیں بلکہ) بہت اختلاف پاتے۔)

لہٰذا قرآن مجید کے متن میں اختلاف قراءات یا لہجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چھٹی روایت کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک مرد نامعلوم سے کسی نامعلوم سورت کی کوئی نامعلوم آیت سنی تو اُسے بتایا کہ یہ آیت یوں نہیں بلکہ یوں ہے مگر اس کے الفاظ نہیں بتائے، جس پر اس شخص نامعلوم نے حضرت عمروؓ بن العاص کو مطلع کیا کہ خود رسول اللہ نے اُسے اس طرح (کس طرح؟) پڑھایا تھا۔ چنانچہ

دونوں نے رسول اللہؐ کے پاس جا کر اپنے معاملے کا ذکر کیا تو (بقول روایت) آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ قرآن سات لہجات میں نازل گیا گیا ہے، ان میں سے جس کے مطابق بھی پڑھو ٹھیک ہے۔ اور فرمایا قرآن کریم میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

اس روایت سے پتہ نہیں چلتا کہ مردنا معلوم نے کس لہجہ میں قرآن پڑھا تھا اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے کس لہجہ میں پڑھ کر اس شخص کی غلطی ظاہر کی تھی۔ پھر آپؐ نے بھی ان دونوں کے کونسے دو مختلف لہجوں میں سے ہر ایک کے کونسے لہجے کو ھی صحیحۃ کہکر واضح فرمایا کہ قرآن سات لہجوں میں نازل ہوا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ سات لہجے کون کون سے یا کس کس قبیلے کے ہیں اور ان کے معنے کیا ہیں۔

قارئین کرام! اسے کہتے ہیں **حدیث وضع کرنے کا محتاط طریقہ** یعنی کم سے کم معلومات لاؤ تا کہ جھوٹ کم پکڑا جاسکے۔

کافۃ للناس: قارئین محترم! نبی کریمؐ کی امت صرف قریش یا ان کے فرضی سات قبائل پر مشتمل نہیں، بلکہ رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم پر مشتمل ہے۔ صرف اس زاویے سے بھی دیکھا جائے تو سات قراءات کی یہ تمام روایات اسلام اور قرآن کے دشمنوں کی طرف سے گھڑ کر پھیلائی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ آپؐ کی امت کو قریش کے سات قبائل تک محدود سمجھنا آپؐ

کے کافۃ للناس ہونے اور تمام دنیا کے لوگوں کی طرف مبعوث کیے جانے کی نفی کے لیے انتہائی مذموم سازش ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن میں جھگڑا نہ کیا جائے، کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے، تو سات قراءات یا لہجات کا عقیدہ تو بجائے خود بنائے فساد ہی ہے۔ اسے پھیلانے کا مقصد ہی جھگڑا پھیلانا ہے۔ اور یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن سے بعید تر ہے۔

ساتویں روایت جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''قران سات لہجات میں نازل کیا گیا، اس میں جھگڑنا کفر ہے۔ آپؐ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ اس میں جس بات کا علم ہو اس پر عمل کرو اور جس کے بارے میں علم نہ ہو اسے اپنے سے بڑے عالم قران کے پاس لے جاؤ تا کہ سمجھ سکو یعنی جو تم سے زیادہ جانتا ہو اس سے سیکھ لو۔''

دین مُلّا فی سبیل اللہ فساد: مگر رسول کریمؐ نے جو قران امت کے سپرد فرمایا اس میں تو ہر آیت کی ایک ہی قراءت ہے یعنی مثلاً **مٰلِک یوم الدین** ہے، مَلك یوم الدین نہیں۔ کم وبیش سات یا دس قراءات تو دوسری تیسری صدی میں نمودار ہونے والے اور قراء مشہور کیے

جانے والے ائمہ قراءات، جوکہ صحیح معنوں میں آئمہ اختلافات ہیں،آزاد کردہ غلاموں اور منافقین کی مرویات ہیں،جنہیں بعد میں قران مجید کے تراجم کے حواشی میں اور قران حکیم کی تفاسیر میں صحاح ستہ کی وضعی روایت سے لے کر شامل کیا گیا۔

خیر سے ہمارے علماء کسی نہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں ان سے رجوع چنداں مفید ثابت نہیں ہوگا بلکہ الٹا فرقہ وارانہ فسادات کا باعث بن جائے گا، اور نتیجہ میں مختلف فرقوں کے علماء کے پیروکاروں کی اچھی خاصی تعداد زخمی ہوگی اور مرے گی۔ بنابریں یہ روایت بھی وضعی ہے۔

آٹھویں روایت جو حضرت ابن مسعودؓ سے یوں مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ نے حٰم والی سورتوں میں سے کوئی سورت سکھائی۔ میں مسجد میں گیا اور ایک آدمی سے کہا کہ وہی سورت پڑھ۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو وہ ایسے حروف (لہجات میں) پڑھنے لگا جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ جب میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے پڑھے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہؐ نے ہی ایسے پڑھائے تھے۔ ہم اللہ کے رسولؐ کے پاس آئے اور معاملہ بیان کیا تو غصہ کی وجہ سے آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: تم سے پہلوں کو اسی اختلاف نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے علیؓ سے سرگوشی فرمائی۔ حضرت علیؓ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے تمہیں پڑھایا

جاتا ہے ویسے ہی پڑھو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل دیے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی قراءت کے علاوہ قراءت میں پڑھتا تھا۔

اس روایت کے مطابق راوی حضرت ابن مسعودؓ اور ایک اور (نامعلوم) شخص کا حٰم سورتوں میں سے ایک نامعلوم قراءت کے پڑھنے میں اختلاف تھا۔ دونوں رسول اللہ کے پاس آئے آپؐ نے حضرت علیؓ سے سرگوشی کی جس کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو رسول اللہ کے فرمان سے آگاہ کیا کہ جیسے تمہیں پڑھایا جائے ویسے ہی پڑھو۔ یعنی جس طرح حضرت ابن مسعودؓ اور وہ نامعلوم شخص جن جن قراءات میں پڑھتے ہیں بدستور پڑھتے رہیں۔

خلق عظیم کے حامل رسولؐ: اس مردود روایت میں خلق عظیم کے حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی وضع کی گئی ہے کہ "غصہ کی وجہ سے آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا"۔

کیا اسی طرح جیسے مُلّا سے جب جواب نہیں بن پاتا تو اسے غصہ آجاتا ہے۔

انہیں یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ اس طرح یہ ملّا کا نکما کردار خلق عظیم کے حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۃ حسنۃ" میں دکھا رہے ہیں۔

اسے کہتے ہیں الٹی گنگا۔ استغفراللہ۔

قران کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ کے ساتھ حسنۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسوۃ حسنۃ ایسا ہرگز نہیں تھا۔

اس روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ حٰم کی کونسی سورت اور کونسی آیات تھیں جن کو وہ ایک دوسرے سے مختلف لہجوں یا قراءات میں پڑھتے تھے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ قران اس لیے نازل ہوا ہے کہ لوگ اسے مختلف قراءتوں میں پڑھا کریں۔ کوئی دوسرے کی قراءت پر اعتراض نہ کرے، چاہے وہ قراءت تصدیق شدہ ہو یا نہ ہو۔

قارئین یہاں حضرت ابن مسعود سے منسوب وضعی جملہ کے الفاظ بھی دوبارہ ملاحظہ فرمالیں کہ:

”اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی قراءت کے علاوہ قراءت میں پڑھتا تھا۔“

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی مسلمان ایسی روایت وضع کر سکتا ہے؟؟ جواب کے لیے ہم مشکور ہونگے۔

نویں روایت میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ مجھے ایک ہی سورۃ تین اشخاص یعنی ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ اور زیدؓ نے پڑھائی لیکن ہر ایک کی قراءت مختلف ہے۔ مجھے بتایئے کہ میں کس کی

قراءت کے مطابق پڑھوں؟ حضرت علیؓ جو آپؐ کے پہلو میں تشریف فرما تھے، نے کہا: جیسے ہر انسان کو سکھایا گیا ہے وہ ویسے ہی پڑھے۔ یہ تمام انداز خوب اور اچھے ہیں۔

سوال گندم! جواب چنا! اس روایت کے وضع ہونے کا ثبوت واضح ہے کہ روایت نمبر 8 اور روایت نمبر 9 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی بھی بتائی جا رہی ہے، اور حضرت علیؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی بھی۔ جبکہ حضرت علیؓ سائل کے سوال کا جواب نہیں دے رہے۔ ستم یہ ہے کہ ایسی روایات کو "تقریر" کے دائرے میں رکھ کر وحی غیر متلو بتایا جاتا ہے، جبکہ جواب میں سوال کرنے والے کی تشفی کا سامان موجود نہیں ہے، اور وہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی موجودگی میں۔

رسولؐ اور اختلاف؟؟ اس روایت کے مطابق تین صحابہ ابن مسعودؓ، ابن کعبؓ اور زیدؓ ایک ہی سورۃ کو مختلف قراءتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کا مطلب ہے رسول اللہ نے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ قراءتوں میں پڑھایا تھا۔

کیا رسول اللہؐ سے متوقع ہے کہ خود ہی اختلاف کا بیج بوئیں اور یہ بھی فرمائیں کہ اختلاف کو قائم رکھا جائے۔ استغفر اللہ!

قارئین محترم! اب دل تھام لیجیے اور رسول، قرآن اور اسلام دشمن واضعین احادیث اور مقریوں کی ہمتیں ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر اس موضوع روایت کے ذریعہ

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از خدا بزرگ ترین ذات اقدس کو، خاکم بدہن! خاکم بدہن! رسول اختلاف کے طور پر پیش کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

میرا یہ ایمان ہے!

ایک دن آئے گا!

ان سب کے گلے میں تحریف کی رسی ہو گی! اور

ان سے پوچھا جائے گا--- مقری صاحبان!

آپ تو خود کو شیوخ القرآن سمجھتے تھے، قرآن مجید پڑھتے، پڑھاتے اور سنتے سناتے تھے!

کیا قرآن مجید فرقان حمید کی درج ذیل آیت آپ کے دل میں نہیں اتری!

وَ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ

وَ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ٥ (النّحل 16 : 64)

”اور ہم نے یہ کتاب صرف اس لیے اتاری ہے کہ تم ان پر اس چیز کو اچھی طرح واضح کر دو جس میں وہ مختلف ہو گئے ہیں۔ (تاکہ انکا گمراہی پر جمے رہنے کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے) اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں“

اور اس دن ان کا جواب ہوگا کہ افسوس یہ آیت ہم نے دانستہ اپنی زبان تک رکھی۔ اور یہ کہ یہ آیت ان کے گلے سے آگے نہیں گئی۔

قارئین محترم! **حقیقت یہ ہے** کہ:

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَo تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo (النّحل 16:63-62)

"اور یہ اللہ کے لیے وہ چیز قرار دیتے ہیں جو خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں
(کہ اللہ رسول کے ذریعہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے۔)
اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ ان کے لیے اچھا انجام ہے۔
لازماً ان کے لیے دوزخ ہے اور وہ اسی میں پڑے چھوڑ دیے جائیں گے۔

حدیث سبعة احرف کی صحت؟ فاضل مقالہ نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ حفاظ حدیث کی بہت بڑی جماعت بشمول امام عبید قاسم بن سلام، اور امام حاکمؒ وغیرہ نے حدیث سبعة احرف کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے۔

عرض ہے کہ احادیث تو تیسری صدی میں لکھی جانی شروع ہوئی تھیں، اور **مرکز**

اسلام کے مقابلہ میں انفرادی کاوشیں لائی گئی ہیں۔ انکے صحیح ہونے کا معیار صرف یہ ہے کہ انہیں قرآن مجید کے سامنے پیش کیا جائے، جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو قرآن کے خلاف ہو اُسے رد کر دیا جائے۔ **یہی امام شافعی کا مسلک** ہے۔ چونکہ قرآن کے سات حروف پر نازل کئے جانے کی روایت اس **معیار** پر پوری نہیں اترتی اس لیے سراسر وضعی اور جھوٹی ہے۔

شیخ الحدیث یہ بھی دانستہ **بھول** رہے ہیں کہ حفاظ حدیث کی بہت بڑی جماعت کی جگہ پوری جماعت اور اس جیسی کئی جماعتیں بھی کسی حدیث کی صحت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی مجاز نہیں۔

ایک فاضل مدیر کلیۃ القرآن کریم: ماہوار مجلّہ "رشد" لاہور کے جون 2009ء کے شمارہ (قراءات نمبر حصہ اول) کے صفحہ 8 تا 12 پر جناب قاری صہیب احمد میر محمدی، مدیر کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ، مرکز البدر بھائی پھیرو نے "قرآن کریم کی روشنی میں ثبوت قراءات" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں سورۃ العلق کی آیات 1 تا 4، سورۃ المدثر کی آیات 1 تا 3، سورۃ المائدہ کی آیت 67 اور سورۃ الاسراء کی آیت 104 اور ان کا ترجمہ درج فرمایا ہے۔

اب لطیفہ یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار جن کو مدیر کلیۃ القرآن کریم .... لکھا گیا ہے، نے اپنے مقالہ کے شروع میں جو 9 آیات کریمہ اور ان کے تراجم درج فرمائے ہیں، ان میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ جبریلؑ آپؐ کے پاس آکر قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

یہ اور بات ہے کہ محولہ بالا آیات قارئین کو یہ باور کرانے کے لیے استعمال کی گئی ہیں کہ آگے جو وضعی روایت درج کی گئی ہے وہ ان آیات کے مفہوم سے متعلق ہے۔

ان 9 آیت کے ترجمہ کے بعد موصوف رقم طراز ہیں:

جبریلؑ نے جیسا آپ کو پڑھایا ویسے آپؐ نے اپنے صحابہ کو پڑھایا اور لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''جب جبریلؑ وحی لے کر آتے تو آپؐ اسے بغور سنتے اور جب واپس چلے جاتے تو آپؐ بالکل جبریلؑ کے پڑھنے کی طرح پڑھتے۔ (صحیح البخاری:5)

اس بارے میں عرض ہے کہ جبریلؑ کوئی آدمی نہیں تھے کہ رسول اللہؐ کے پاس وحی لے کر آتے اور نہ آپؐ کے استاد تھے کہ آپ کو قرآن پڑھا کر واپس چلے جاتے تو آپؐ بالکل جبریلؑ کی طرح پڑھتے اور صحابہ کو ویسے ہی پڑھایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَo(البقرۃ 2:97)

"تو ان سے پوچھ کہ جبریل کا کون دشمن ہے؟ (اہل اسلام تو اس کے دشمن نہیں ہوسکتے) اس لیے کہ بلاشبہ اُس نے اس (قرآن) کو تیرے **دل پر اللہ کے اذن سے نازل کیا ہے**، اس حال میں کہ وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے، جو اس سے پہلے ہے اور ایمان داروں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔"

گویا وحی الٰہی ایک قلبی واردات ہے اسے ظاہری بینائی سے کوئی علاقہ نہیں۔

لیس کل ما فی البخاری صحیحًا: امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد وغیرہ تیسری صدی کے آغاز میں تدوین احادیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ انکی لکھی ہوئی کتابوں میں صحیح اور غلط روایات کی بہتات ہے۔ کویت سے شائع ہونے والے مشہور ماہوار علمی ادبی مجلّہ "العربی" میں ایک مقالہ بعنوان "**لیس کل ما فی البخاری صحیحًا**" چھپا تو عالم عرب کے ملّاؤں نے اس کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا جس کا عنوان تھا: "*کل ما فی البخاری صحیحًا*۔" (بخاری کی تمام احادیث صحیح ہیں) مگر ایسا سمجھنا ثبوت طلب ہے، جو محال ہے۔

اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس قسم کا کوئی سرٹیفکیٹ جاری نہیں ہوا۔ بلکہ

روایات گھڑنے والے خود اسے وضع روایات سے بھی جاری کرنا بھول گئے۔ کہ تیسری صدی ہجری میں جو عجمی الاصل قلمکاروں کی طرف سے نبی کریمؐ سے منسوب روایات کی چھ کتابیں تصنیف و تالیف ہوں گی وہ غلط روایات سے پاک ہوں گی اگرچہ نامعلوم طور پر (زبردستی) ان کو صحاح ستّہ کا نام دیا جائے گا۔

علامہ تمنا عمادی کے مطابق بخاری میں کبھی شامل ایک حدیث تھی جس میں آپؐ نے فرمایا تھا:

''میرے بعد احادیث کی کثرت ہوگی۔ میری طرف کوئی حدیث منسوب ہوتو کتاب اللہ پر پیش کرو، اسکے مطابق ہوتو تسلیم کرلی جائے اور مخالف ہوتو رد کردی جائے۔''

یہ بڑی زبردست حدیث تھی لیکن روایات پرستوں نے اسے اپنے لیے مضر سمجھ کر بخاری سے نکال دیا۔ اس کے متعلق قبل ازیں تفصیل سے لکھا جاچکا ہے۔

امت کو مشکل میں ڈال دیا: فاضل مقالہ نگار نے آگے چل کر لکھا ہے کہ رسول اللہ ڈرے کہ اگر امت کو ایک ہی حرف پر قرآن پڑھنے کا پابند کردیا گیا۔ تو وہ مشکل میں پڑ جائے گی، کیونکہ اہلِ عرب جن کی طرف قرآن نازل کیا گیا تھا مختلف لہجات، متنوع لغات اور قسما قسم کی بولیاں بولنے والے تھے، جب آپؐ نے آسانی کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات

حروف پر نازل فرمایا جن میں ہر ہر حرف شافی اور کافی تھا، جیسا کہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔

عرض ہے کہ رسول اللہ صرف عربوں کے رسول و نبی نہیں تھے بلکہ دنیا بھر کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، جیسا کہ خود فاضل مقالہ نگار نے بھی آیت کریمہ:

1- وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ o (سبا 28:34) (ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کی طرف مبشر و منذر بنا کر بھیجا ہے، لیکن انسانوں کی اکثریت (جن میں یہ منکری حضرات ثبوت کے ساتھ شامل ہیں) اس بات کا علم نہیں رکھتے۔

2۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَانِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ...... (الاعراف 158:7)

(کہہ دیجیے اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) اور

(3) وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ.....
(ہم نے آپؐ پر قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے کہ آپؐ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت فرمائیں۔ (النّحل 44:16)

آخری آیت (النّحل 44:16) کا ترجمہ مبہم رکھا گیا ہے۔صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے آپؐ پر یہ ذکر (یعنی قرآن) نازل کیا ہے تا کہ آپؐ (اسے سنا کر) تمام لوگوں کے لیے بیان کریں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے (تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ قرآن پہلی کتابوں کا مصدق ہے، مخالف نہیں) اور تا کہ وہ غور کریں (اور دیکھ لیں کہ یہ قرآن ان تمام صحیفوں کا مجموعہ اور تفصیل ہے جو تمام پیغمبروں پر نازل کیے گئے۔ کوئی دینی وحی اس سے باہر نہیں رکھی گئی جس کی انسانوں کے لیے ضرورت ہو۔ (کیونکہ اس آیت سے پہلے وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ o اور اسکے بعد وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ آیا ہے)

آیات قرآن کا استعمال: ان آیات میں جو فاضل مقالہ نگار نے اوپر درج کی ہیں، سات حروف میں قرآن نازل ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ گویا یہ آیات مقالہ نگار نے اپنے مقصد کے لیے محض استعمال فرمائی ہیں۔

قرآن مجید عربی مبین میں نازل ہوا ہے، مختلف بولیوں اور لہجوں میں نہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف نبیؐ سے کہوایا گیا ہے کہ آپؐ کی (جب سر راہ) جبریلؑ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے جبریلؑ سے کہا: میں تو ان پڑھ لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، ان میں غلام، لونڈیاں، بوڑھے، کمزور اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کتاب پڑھ کر نہیں دیکھی تو جبریلؑ نے فرمایا اے محمدؐ قرآن سات لہجوں میں نازل کیا

گیا ہے۔ امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے نقل کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ماشاء اللہ ! قوم ان پڑھ ہے، ایک قراءت پڑھ نہیں سکتی اس سے سات لہجات یا قراءات میں پڑھوانا کیا خوب مذاق ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی پتہ نہیں، اور جبریل بتا رہے ہیں کہ قرآن سات قراءات یا لہجوں میں نازل کیا گیا ہے۔ اس سے یہ حدیث وضعی اور جعلی ثابت ہے۔

قاری صاحب کی فقہ کے میدان میں طبع آزمائی:

فاضل مقالہ نگار نے آیت کریمہ:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ٥ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ٥
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ٥ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ٥

(اگر اس نبیؐ نے کوئی بات خود گھڑ کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں کوئی بھی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا) (الحاقة69:44 تا 47)

درج کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت کا مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ بھی قرآن میں نقص وزیادتی کے مجاز نہیں اگر وہ ایسا کرتے تو اللہ تعالیٰ انکی شہ رگ کاٹ دیتے اور انہیں ایسے عذاب سے دوچار کرتے کہ کوئی چھڑانے والا نہ ہوتا۔

نیز ارشاد فرمایا ہے: "جب افضل البشر ایسا کام کرنے سے مورد عذاب ٹھہرتے ہیں تو عام آدمی تو بالاولی اس وعید کا مصداق ٹھہرتا۔ قراء یا علماء کے لیے تو ممکن نہیں کہ وہ قرآن میں کمی یا زیادتی کریں اور قراءات کو گھڑ کر قرآن میں داخل کریں۔"

یقیناً رسول کریمؐ نے قرآن مجید میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی اور نہ ہی کوئی حک واضافہ۔

یہ وضعی روایات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ، رسولؐ اور صحابہؓ پر **دھڑلے سے جھوٹ** بولے گئے ہیں اور ان سے ایسے کام منسوب کیے گئے ہیں جنکا انکی طرف سے کیے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

جن لوگوں نے اللہ، رسولؐ اور صحابہ کو نہیں بخشا انہوں نے قراء اور علماء کو کب بخشا ہوگا جو چاہا ان کی طرف منسوب کر دیا، اور خیر ہے، روایت پرستوں کے لئے نا قابل تردید دلیل بن گیا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن؟؟

قارئین محترم !

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے،

اور یہ مقری اور محدثین حضرات جنہیں فقہ اچھا ہی نہیں لگتا،

فقہ کے چور دروازے سے اس تخصّص کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں۔

یہ لوگ معلوم نہیں کس زبان سے قرآن پڑھتے پڑھاتے،

اور کن کانوں سے سنتے ہیں کہ انہیں بحیثیت اجتماعی بھی درج ذیل آیت سمجھ نہیں آتی۔

وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَo (النّحل 16:61)

"اور اگر اللہ لوگوں سے ان کی حق تلفی پر فوراً مؤاخذہ کرتا ہوتا تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ایک وقت معین تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے، تو جب ان کا وقت معین آجائے گا تو اس سے نہ وہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے، اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (ترجمہ امین احسن اصلاحی)

ویسے بھی ان سے ایک سوال ہے:

کیا وہ خود اپنے فرقہ کے اعتقادات اور اعمال کے لیے

اس طرح کا فقہ اور استخراج تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

قارئین کرام کے لیے، قران مجید میں متعدد قراءات کے قائل ان بڑے بڑے نام نہاد شیوخ القرآن و الحدیث کی قران فہمی کی سطح واضح ہو چکی ہے۔ ان کی اس صورت حال پر تو ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

تحریف پارٹی کی مرکب سازش: دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل میں قرآن اور اسلام کے دشمنوں نے، جن میں منافقین اور ایران کے شکست خوردہ دانشور شامل تھے، اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے ایک گھناؤنی سازش کی اور اس کے تحت بعض موالی کو ائمہ قراءات اور بعض کو ان کے راوی ظاہر اور مشہور کر کے ان کے واسطہ سے قرآن مجید کے سات حروف میں نازل کیے جانے کی روایت گھڑ کر اس دور کے مسلمانوں میں خفیہ خفیہ پھیلانا شروع کیں، جن میں اس طرح کی کہانیاں شامل کی گئیں کہ جبریلؑ ایک دن اچانک رسول کریمؑ کے پاس تشریف لائے یا دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ کہیں جا رہے تھے کہ سر راہ ان کی جبریلؑ سے ملاقات ہوگئی، جو چہل قدمی فرما رہے تھے۔ جبریلؑ کو اپنا مفوضہ فریضہ یاد آ گیا اور انہوں نے نبی کریمؑ کو مطلع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم سات حروف پر نازل کیا ہے اور یہ سات حروف قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں جا بجا داخل کیے گئے ہیں اور مختلف لہجوں اور قراءتوں کی صورت میں ہیں اور مختلف معانی کے حامل ہیں۔

قارئین کرام کہا یہ جارہا ہے کہ:

☆ آپ اگرچہ رہتی دنیا تک سب اقوام عالم کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، لیکن باری تعالیٰ نے محض آپکی قوم قریش کے قبائل کی سہولت کی خاطر ان کے لہجات میں قرآن نازل کر دیا ہے۔

☆ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (نعوذ باللّٰہ من ذلک) غلطی یہ ہوگئی کہ انہوں نے ایک صحابی کو ایک قراءت، دوسرے کو دوسری اور تیسرے کو تیسری قراءت میں قرآن حکیم کی سورتیں پڑھا دیں اور ان میں سے کسی کو بھی یہ نہ بتایا کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا، جس کی وجہ سے جب کوئی صحابہ دوسرے کو سکھائی ہوئی قراءت میں قرآن پڑھتا ہوا سنتا تو اس کی غلطی سے متنبہ کرتا اور یوں ان کی آپس میں تکرار ہو جاتی اور یوں صحابہ کشف حقیقت کے لیے رسول اللہ کے پاس جاتے تو آپؐ دونوں کی قراءتوں یا ان کے لہجوں کو درست قرار دیتے اور بعد میں آگاہ کرتے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے تاکہ وہ جس لہجہ یا قراءت میں چاہیں پڑھ لیا کریں۔

☆ ایک مَلکین پڑھے تو دوسرا بلاخوف تردید مَلِکین پڑھ سکے۔

☆ کیونکہ بقول ان کے دو فرشتے مراد لینے یا دو بادشاہ مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں،

☆ اور نہ ہی یہ کوئی قابل توجہ معنوی اختلاف یا تضاد ہے۔

☆ کیونکہ ہر لہجہ اور ہر قراءت شاف وکاف ہے اور حسن ہے جمیل ہے۔

عقل کے اندھے: نبی کریمؐ کی طرف منسوب روایات ایک دوسرے سے مختلف مفہوم کی حامل ہوں تو کوئی عقل کا اندھا ہی انہیں صحیح کہہ سکتا ہے۔ بہر حال، یہ مجرمانہ کاروائیاں کرنے والے ائمہ قراءات یا روات تھے یا پس پردہ ان کو استعمال کرنے والے تھے یا ان کی طرف لہجات اور قراءات منسوب کرنے والے تھے، انتہائی کمینے اور گھٹیا قسم کے لوگ تھے، مگر فوری سنگین سزا کے مستحق اور مستوجب نہیں تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے کہ لوگوں کو مہلت ملی ہوئی ہے کہ وہ ممکن حد تک اپنی اصلاح کر کے سدھر جائیں ورنہ دنیا میں ظلم وستم اور جبر وفساد اس قدر بڑھ گیا ہے کہ کچھ لوگ آئندہ نسلوں کو بھی گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں کچھ تو اس قدر ظالم ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کریم میں تحریف وتصحیف میں پورے شدومد سے مصروف ہیں۔ ایسے سب لوگوں کے لیے قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ
وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّىo (النّحل 16:61)

اور اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کے ظلم کے سبب سے پکڑتا لیتا تو اس (زمین) پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ (خدا محض اپنی رحمت سے ہی) ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دیتا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں)۔

یہ مہلت ہمیشہ کے لئے نہیں مل سکتی، اس لیے فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ٥

(چنانچہ جب ان کی اجل آ جاتی ہے تو وہ ایک گھڑی پیچھے نہیں رہ سکتے
اور نہ ہی آگے ہو سکتے ہیں)۔

لہٰذا ان مجرموں کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے بعد سزا کے طور پر جہنم میں جو عذاب الیم دیا جا رہا ہے، ابھی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن حکیم میں عذاب قبر کا کوئی ذکر نہیں،

انسان جو روح اور جسم سے مرکب ہے۔

مرنے کے بعد جزاء کے لیے عالم آخرت میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

اور جسم اس دنیا میں رہ جاتا ہے، جو بالآخر گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے۔

اصل انسان روح ہے۔

افصح العرب اور حدیث: ملاحظہ ہوں سورۃ علق کی آیات:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ٥خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ٥

(اپنے رب کے نام کے ساتھ (قرآن) پڑھ، جس نے پیدا کیا،
پیدا کیا انسان کو جونک جیسی کیفیت سے۔) (العلق96:2-1)

صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے منسوب کر کے بتایا گیا ہے کہ پہلی وحی یہی سورت تھی، جسے فرشتہ جبریلؑ لے کر آئے اور رسول اللہ سے کہا پڑھ تو

آپؐ نے کہا ماانا بقاری ،(مجھے پڑھنا نہیں آتا)۔اس پر جبریلؑ نے انہیں پکڑ کر سینے سے چمٹا کر بھینچا اور کہا: پڑھ تو آپؐ نے دوبار فرمایا: ماانا بقاری ۔اس پر فرشتہ نے تیسری مرتبہ سینے سے لگا کہ بھینچ کر چھوڑتے ہوئے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَo خلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍo

تو آپؐ نے فرفر اسی طرح پڑھا۔اس سورت میں یہ نہیں کہا گیا کہ فرشتہ جبریل نے آپؐ سے کہا: اقراء اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ماانا بقاری.

بخاری کی حضرت عائشہؓ سے منسوب یہ روایت وضع اور جھوٹی ہے۔

خصوصاً اہل روایات اور اہل قراءات دونوں ہی یہ بھول جاتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 40 سال کے مدبر اور جہاں دیدہ افضل البشر تھے،مزید یہ کہ افصح العرب تو یہ خود بھی روایات میں مانتے ہیں۔

روایات میں اختلافات:اس موضوع پر کتب روایات میں اختلافات مسلمانوں کا منہ چڑھا رہے ہیں،کہا جاتا ہے کہ:

1-سب سے پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَo ہے۔

2۔یٰآَیُّھَا الْمُدَّثِّرُo قُمْ فَاَنْذِرْoوَرَبَّکَ فَکَبِّرْo ہے۔

3-سورۃ فاتحہ ہے۔

4-بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم o ہے۔

اسی طرح آخری وحی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ:

1- آیت رباء ہے۔

2-وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ....(البقرۃ2:281) ہے۔

3-یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ...

(البقرۃ2:182)ہے۔

4- آیۃ الکلالۃ:یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ....

(النساء4:176) ہے۔

5-لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ

بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌo(التوبۃ9:128)ہے۔

6-سورہ مائدہ ہے۔

7- فَاسۡتَجَابَ لَہُمۡ رَبُّہُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی

بَعۡضُکُمۡ مِّنۡ بَعۡضٍ....(اٰل عمرٰن3:195)ہے۔

8-وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ

وَ لَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًاo(النساء4:93)ہے۔

9-اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُo ہے۔

اہل حدیث اور اہل قراءات قران میں ابہام پاتے ہیں:

ماہوار مجلّہ رشد "لاہور کے جون 2009ء کے شمارہ کا اداریہ نائب مدیر جناب نعیم الرحمن ناصف فاضل جامعۃ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی ، لاہور نے لکھا ہے۔ ان کی رائے میں علم قراءات قرآنی آیات کے مجمل الفاظ کی تفصیل اور **ابھام** کی توضیح کرتا ہے اور اس ضمن میں کچھ مثالیں بھی ارزاں ہوئی ہیں۔

پہلی مثال میں انہیں سورہ نساء 4 کی آیت 12:

........وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ..... میں الفاظ اَخٌ اور اُختٌ میں انہیں ابہام نظر آتا ہے کہ اس سے مراد حقیقی بھائی بہن ہیں یا اخیافی (جو ماں کی طرف سے ہوں) فرماتے ہیں کہ اسکی وضاحت دوسری قراءت ولہ اخ او اخت من ام) میں موجود ہے کہ یہاں مراد اخیافی بہن بھائی ہیں۔

قارئین توجہ فرمائیں!

"من ام" کا اضافہ آیت کی وضاحت نہیں،

کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو خود ہی اسے آیت کا جزو بنا دیتا،

یہ الحاقی کلمات ہیں، اور مقصود قران کی مخالفت اور واضح طور پر تحریف ہے۔

آیت کریمہ میں "من/ام" کے الفاظ کی غیر موجودگی کا واضح مطلب یہ ہے کہ:
اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخیافی بھائی بہنوں کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔

قارئین کا کام ہے کہ فیصلہ کریں کہ **ابھام** قرآن میں ہے یا ان ائمہ اختلافات کے ذہنوں میں،

یا پھر ان کو وضعی روایت بمع تھیلی بہم پہنچانے والوں کے دماغوں میں؟ اور

حافظ صاحب سے یہ بھی التماس ہے!

ارشاد فرمائیں کہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نکلنا کسے کہتے ہیں۔

دوسری مثال، آیت کریمہ:

.....فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ...... المائدہ 5:89)

میں انہیں لفظ رقبة کی وضاحت نہیں ملتی کہ قسم کا کفارہ دیتے ہوئے اگر غلام آزاد کرنا ہو تو وہ غلام مسلمان غلام ہو یا غیر مسلم۔ قراءت کا اختلاف انہیں بتاتا ہے کہ مقصود مسلمان غلام عورت ہے، کیونکہ ان کے پاس دوسری قراءت میں رقبہ کی صفت مؤمنة مذکور ہے۔

قارئین توجہ فرمالیں!

مؤمنة کا اضافہ آیت کی وضاحت نہیں، یہ بھی الحاقی کلمات ہیں،

کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو خود ہی اسے آیت کا جزو بنادیتا،

اور مقصد محض قرآن کی مخالفت اور واضح طور پر تحریف ہے۔

نائب مدیر صاحب اس قسم کی باتیں کر کے قرآن میں نقص ثابت کرنے کی نامحمود جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور ہم اس صورت حال میں اللہ سے پناہ کی درخواست کرتے ہیں۔

آیت کریمہ میں مؤمنۃ کے الفاظ کی غیر موجودگی کا واضح مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مؤمن غلام کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ یوں بھی رب تو سب انسانوں کا ہے، صرف مؤمنین کا نہیں۔ خیر سے اللہ کی صفت رب العلمین کا انکار کیا جا رہا ہے۔ استغفر اللہ

قارئین محترم! آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ مؤمن کی بجائے مؤمنۃ والی وضاحت پر واضعین روایات، اہل قراءات اور ان کی حمایت میں مقالے لکھنے والے نام نہاد شیوخ القرآن شیوخ الاحادیث اور شیوخ القراءات کی خاتون میں دلچسپی پر مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ اگر وہ لفظ مؤمن لے آتے تو مؤمنۃ اس میں بھی شامل ہوتی اور مذاق نہیں بنتا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ انہیں اتنی گرامر تو ضرور آتی ہوگی،

تو پھر یہ اس جگ ہنسائی تک کیسے پہنچ گئے؟

تحریف پارٹی کی فراہم کردہ، مال و زر کی تھیلیاں آتی دیکھ کر انہیں خدا، رسول اور گرامر یکسر بھول جاتی اور انکے دل و دماغ میں اللہ کی کتاب میں مبینہ ابہام واضح ہونا شروع ہو جاتے۔

جس کی لاٹھی اس کی بھینس: اگر یہ دونوں قراءات جن کی طرف قابل احترام

نائب مدیر صاحب نے اشارہ کیا ہے،

اگر بالفرض منہ کالا کر کے سچی مان لی جائیں،

تو اس کا مطلب ہوگا کہ ان کی قراءات کا مطالعہ کرنے والا جو چاہے مراد لے،

یعنی جو چاہے حقیقی بہن بھائی مراد لے، جو چاہے اخیافی بھائی بہن مراد لے،

اور جو چاہے مؤمنة مراد لے اور جو چاہے مسلمان اور غیر مسلم دونوں مراد لے۔

اور اس خود سے پیدا کیے گئے واضح اختلاف کو،

نائب مدیر اور ان کے قاری و مقری حضرات اپنا جز و ایمان سمجھیں،

اور پھر ہمت کر کے اعلان کریں کہ حقیقی اور اخیافی بھائی،

اور مومن اور کافر غلام میں کوئی فرق نہیں،

کیونکہ جامعۃ لاہور الاسلامیۃ میں غیر قرانی قراءات سے قرآن کا ابہام دور ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام!

مزید یہ بھی ذہن میں رکھیے ان کا اسلام یہ ہوگا:

کہ اگر حقیقی بہن بھائی زور آور ہیں، تو ان کی چلے گی اور

اگر اخیافی بھائی بہن تگڑے ہیں تو وہ مال اڑائیں گے۔

مگر قارئین کو ان سے سوال کرنا چاہیے کہ چلیے قران میں انہیں ابہام مل بھی گیا اور

دور بھی ہو گیا،

مگر ایک اور مصیبت یہ بنتی ہے کہ:

اگر یہی اسلام ہے تو پھر جنگل کا قانون کیا ہوگا،

اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کسے کہیں گے؟

تحریف فی القرآن :نائب مدیر صاحب بہادر نے،

تیسری مثال بھی ارشاد فرمائی ہے جس میں آیت کریمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ..... (الجمعة9:62)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔)

نائب مدیر موصوف اس مثال میں عادت سے مجبور ہیں، اور

واضح طور پر **تحریف فی القرآن** کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ان کا ارشاد ہے کہ دوسری طرف صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ ابا هريرة قال سمعت رسول اللّٰه يقول اذا أُقيمتِ الصلوٰة

ُ فلا تأ توها تسعون وأتوها تمشون عليكم السكينة فما ادركتم فصلّوا وما فاتكم فاتّموا (صحیح مسلم 857)

(حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرمارہے تھے جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اسکی طرف نہ آؤ بلکہ چلتے ہوآؤ تم پر اطمینان لازم ہے، جو پالو پڑھ لو جو رہ جائے اسے مکمل کرو۔)

نائب مدیر صاحب بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ

جناب! یہ آیہ مبارکہ اور صحیح مسلم کی روایت دو مختلف صورت حالات سے متعلق ہیں۔

آیت کریمہ میں جمعہ کی اذان پر دوڑ کر ذکر اللہ کی طرف جانے کی تاکید کی گئی ہے، جبکہ روایت میں اس وقت کا ذکر ہے جب نماز کھڑی ہوگئی ہو۔

لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

آپ لوگ اپنی عادت سے مجبور ہو کر فَاسْعَوْا کی جگہ خالص تحریف کرتے ہوئے فَامضُوا کا لفظ لا رہے ہیں۔

یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ ہم کم علم درج ذیل آیت کریمہ سے کیا سمجھیں:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ o(البقرة2:79)

قارئین کرام یہ بھی جان لیں کہ

یہ تحریف کسی غیر مسلم کی وضع کی ہوئی ہے،

جو اسلامی معاشرہ سے باہر بیٹھا ہے،

اور تھیلیوں کے زور پر پھیلائی گئی ہے،

جس کام کے لیے آج کل بریف کیس استعمال ہوتے ہیں،

ایک مسلمان ہرگز ہرگز ایسے نہیں سوچ سکتا۔

کلام اللہ روایات کے ذریعہ نہیں ملا: قران کلام اللہ ہے،

جسے نبی کریمؐ نے خود لکھ کر، لکھوا کر اور حفظ کروا کر،

اور انسانی اغلاط درست فرما کر مرکزِ اسلام کی جانب سے امت کے سپرد فرمایا،

جبکہ روایات کی کتابیں تیسری صدی ہجری میں انفرادی کوششوں سے مدون ہوئیں،

جن کی صحت قران مجید سے مطابقت سے مشروط ہے۔

لہٰذا جو احادیث قران حکیم کے خلاف بیان کی جائیں وہ یقیناً وضعی ہیں،

اور محض فتنہءعجم کا شاہکار ہی کہی جا سکتی ہیں،

کیونکہ ان کے مصنفین عجمی الاصل اور غیر مسلم ہیں،

اور یہ بات معمولی عربی جاننے والے بھی بآسانی روایات کے متن سے محسوس کر سکتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ شیوخ الاحادیث کو ہمیشہ قران کے مقابلے میں احادیث ہی اچھی لگتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قران میں ہمارے لیے دین مکمل کر دیا ہے،

بنابریں قران حکیم کے علاوہ تمام کتب بشمول صحاح ستہ کسی دینی حیثیت کی حامل نہیں۔

ورش عن نافع ، قالون عن نافع ، دوری عن ابی عمرو بصری اور حفص عن

عاصم کی روایات پر مبنی ،نام نہاد مصاحف کی بھی کوئی دینی حیثیت نہیں،

کیونکہ قرآن امت کو روایات کے ذریعے نہیں ملا۔

نائب مدیر صاحب بہادر جو السنة قاضية على الكتاب،

(احادیث قرآن پر قاضی و حاکم ہیں)

کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔

ان کی یہ بھی رائے ہے کہ قاری اور مقری ائمہ اختلاف کی وضع کردہ،

مختلف قراءات مختلف مسائل کے استنباط کا بھی فائدہ دیتی ہیں۔

لیجیے ان کی پیش کردہ یگانہ مثال بھی ملاحظہ فرمائیں:

باری تعالیٰ کے ارشاد ولاتقربوھن حتی یَطْھُرْن (البقرۃ222:1)

(اور تم ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہو جائیں)

میں یطھرن حفص کی قراءت بتائی ہےاور مراد یہ ہے کہ بیوی سے جماع نہ کیا جائے،

جب تک اُسے حیض آنا بند نہ ہوجائے،

اور فرمایا کہ "دوسری قراءت جو "ط" کے سکون کے بجائے تشدید کے ساتھ یعنی

یطَّھَّرن ہے،

جس کا معنی ہے کہ بیوی کے قریب جانے کے لیے حیض کا بند ہونا کافی نہیں،

بلکہ غسل کرنا بھی ضروری ہے۔"

قارئین کرام! **قران مجید** میں یطھرن کا معنی حائضہ عورتوں کا پاک وصاف ہونا،

بمعنی حیض آنا بند ہونا ہے۔ جسے باری تعالیٰ نے مباشرت کے لئے کافی سمجھا ہے،

تو دوسری قراءت خواہ وہ کسی فرضی امام قراءت کی ہو قران کے خلاف سمجھی جائے گی۔

علاوہ ازیں اس کا تلفظ نہایت ثقیل ہے۔

ثقیل لفظ استعمال کرنا...یَسَّرنٰہُ بِلِسَانِکَ...(مریم 19:97) کے خلاف ہے۔

جناب نائب مدیر کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اِطَّھَرَ کے دو معنے ہیں:

تنزہ عن الادناس (پاک وصاف ہونا)

اور اغتسل: غسل کرنا، نہانا۔

دوسرے لفظوں میں طَھَرَ وَاِطَّھَرَ ہم معنی بھی ہیں یعنی دونوں کا معنی پاک

وصاف ہونا بھی ہے۔

اس لحاظ سے جعلی قراءت (اِطَّھَر) اصل قراءت (طَھَرَ) کے معنی کی تائید کرتی ہے،

لٰہذا اِطَّھَر (ان کی دوسری قراءت) کو بھی پاک وصاف ہونا کے معنی میں لینا ہوگا۔

اس صورت حال میں دوسری قراءت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

فلٰھذ یہ لاحاصل مشق انہیں کے لیے رہے گی، امت کے لیے نہیں۔

مرکز اسلام نے امت کو صرف قرآن دیا تھا: ماہنامہ "رشد" عرصہ دراز سے روایات پر مبنی اسلام پھیلا رہا ہے۔ جو جامعۃ لاہور الاسلامیۃ کا ترجمان ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی لاہور 1968 میں قائم کی گئی۔ یہ مجلس ماہنامہ "رشد" کے علاوہ ماہنامہ "محدث" بھی شائع کرتی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اہل حدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی الحدیثی ہے، جبکہ اسلام حدیثی، سنی یا شیعی وغیرہ نہیں۔ اہلِ حدیث ایک مشہور فرقہ ہے، اور **یہ فرقہ بندی قران کے مطابق شرک ہے۔**

نبی کریمؐ نے امت مسلمہ کو مرکز اسلام کی جانب سے صرف اور صرف قران دیا تھا۔

اور منع فرمادیا تھا کہ ان سے قران کے علاوہ کوئی اور روایت نہ لکھی جائے۔

کتب احادیث بخاری ومسلم وغیرہ تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں۔

یہ مرکز اسلام کے مقابل انفرادی کوششیں ہیں، اور ان کے پیچھے تحریف پارٹی ہے۔

ان میں درج روایات کی صحت کے لیے قران مجید سے مطابقت ضروری ہے۔

لہذا قران حکیم کے مخالف ہر روایت یقیناً وضع اور جھوٹی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ،

اس لحاظ سے اہلِ سنت و جماعت کہلانا، اہل تشیع کہلانا یا اہل حدیث کہلانا،

اس مفہوم کا حامل ہے کہ یہ لوگ قرآن کی اس آیہ مبارکہ پر عمل سے گریز کرتے ہیں۔

جناب عبید الحمید کے ایک مقالہ کے مطابق "من ام "اور" مومنۃ " کا اضافہ،

''سبعۃ احرف کے ائمہ اور رواۃ کی کاروائی نہیں بلکہ احادیث

میں پایا جاتا ہے جو یقیناً وضع ہیں۔

اپنا الّو سیدھا کرنے، اپنا پیٹ بڑھانے کے لیے قرآن مجید

میں بتکلّف غلطیاں اور خامیاں بتائی جاتی ہیں،

اس کام کے لیے روایات

اور ان کی لامحدود تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے۔

مقصد خواہ مخواہ کی مخالفت برائے تحریف ہے۔

امّی : ام القراء (مکہ) میں رہنے والا : سورۃ علق کی آیت اقــراء بــاسـم ربک الذی خلق ---- کے بارے میں بخاری میں حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے منسوب روایت وضعی ہے، کیونکہ آیت میں نہ تو فرشتہ جبریل کا ذکر ہے،

اور نہ ہی نبی کریمؐ کے ماانا بقاری کہ کر قرآن پڑھنے سے معذرت کرنے کا۔

اور یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ وتسامٰی نے یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ ان پڑھ ہیں ا قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

سارے عرب بھی ان پڑھ نہیں ہوسکتے تھے۔

اہل حدیث علماء کی بجائے اہل زبان سے معلوم کیجئے،

امی سے مراد امّ القری مکّہ کا شہری ہونا مراد ہوتا ہے۔

آپؐ مکی تھے اور آپؐ کے اولین مخاطب بھی امی تھے یعنی مکہ کے شہری تھے۔

مکہ کو اُمّ القری کہا جاتا تھا اور کہا جاتا ہے۔

امی واحد میں ی یائے نسبتی ہے اور جمع امیون وامیّین ہے۔

یعنی مکہ کے باشندے، شہری۔ یہاں تھیلیاں دیکھ کر انہیں لغت بھی بھول جاتی ہے

قرآن مجید کو اساطیر الاولین کہنے والے یہ بھی کہتے تھے کہ:

ان اساطیر کو رسول اللہؐ نے خود ہی لکھ لیا ہے (اکتتبھا) (الفرقان 25:5)

اس کا مطلب وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ (اہلحدیث مفہوم میں) امی نہیں تھے۔

یعنی من لا یعرف الکتابة ولا القراء ۃ نہ تھے بلکہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

پھر قران حکیم کے بارے میں بعض روایات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے،

کہ رسول اللہ صحابہؓ کو قران پڑھاتے، لکھواتے اور بعد میں تصحیح بھی فرماتے تھے۔

تو پھر بخاری کا آپ کا تین بار ما انا بقاری ء (میں پڑھنا نہیں جانتا)

کا ذکر کرنے کی کیا تک بنتی تھی؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کے بڑے اور یہ سارے پڑھے لکھے، اور رسول ان کے نعوذ باللہ ان پڑھ تھے۔

روز اول سے قرآن کے خلاف سازشیں: ڈاکٹر سید عبدالودودؒ نے اپنی کتاب Conspiracies against Quran (قرآن کے خلاف سازشیں) کے پانچویں باب میں لکھا ہے کہ قران مجید کے خلاف سازشوں کے بعض پہلو جو سابقہ صفحات میں بیان کیے گئے، قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مزید وضاحت کے متقاضی ہیں۔

ایسی ایک **سازش**، جیسا کہ پہلے صراحت کی گئی ہے عین قران مجید کے الفاظ کے متعلق تھی اور مسلمانوں کے اس **ایمان کو ٹھیس پہنچانے کی ایک دانستہ کوشش تھی** کہ قران کے الفاظ اور اس کی ترتیب اس وقت سے جب ان کی اللہ تعالیٰ کے آخری

پیغمبر کو وحی ہوئی کسی تغیر و تبدیل کے بغیر رہے۔

یوں ایک **پروپیگنڈا** پھیلایا گیا کہ محمدؐ نے قرآن اس کی موجودہ شکل میں اپنے متبعین کے پاس نہیں چھوڑا تھا اور یہ کہ قرآن کے الفاظ پہلی صدی ہجری تک بدلتے رہے تھے اور یہ کہ کچھ آیات جو پہلے قرآن میں موجود تھیں اب اس میں نہیں پائی جاتیں اور یہ بھی کہ کچھ آیات جو قرآن کے متن میں اب موجود ہیں منسوخ کردی گئیں اور یہ کہ محمدؐ خود تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ نقل نویس (کاتبین وحی) آپؐ کی املاء صحیح طور پر ضبط تحریر میں لائے یا نہیں۔

جمع قران کی ذمہ داری میں اللہ بھی شامل ہے: اسلامی سماجی نظام کی بنیاد یہ اعتقاد ہے کہ ضابطہء حیات جو ہمیں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ملا اور جس کا مقصد انسانی اعمال کو درست سمت میں لیجانا ہے، **صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے**۔

اس اعتقاد سے معمولی سا **انحراف** اسلامی سماجی نظام کے پورے ڈھانچے کو گرا کر زمین کے برابر کرنے کے مترادف ہے۔

ہم مسلمانوں کا یہ بھی **عقیدہ** ہے کہ جو پیغام حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ پر وحی ہوا ہے وہی پیغام قران میں وحی ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا جانے والا پیغام تورات

اورانجیل کی شکل میں عطا کیا گیا تھا۔

لیکن اس کے باوجود ہمارا یہ یقین نہیں کہ آج یہ کتابیں اپنی اسی اصل شکل میں ہیں جس میں علی الترتیب حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو وحی ہوئی تھیں۔

درحقیقت اس وقت سے جب سے یہ کتابیں وحی کی گئیں ان کتابوں میں زبردست تبدیلیاں کی گئیں اور یقین سے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ یہ کس قدر اصلی ہیں۔

ایسی ہی **تبدیلیاں** تحریف پارٹی کے زیر سایہ یہ شیوخ الاحادیث ،روایات کے ذریعہ سے قران کے بارے میں پھیلاتے رہے ہیں۔

مزید ہمارا ایمان ہے کہ قران مجید یقیناً جوں کا توں رہا ہے۔

شروع سے آخر تک یہ قران بالکل ویسا ہی ہے جیسا نبی کریم کو وحی ہوا۔

اگر کسی شخص کو اس بارے میں خفیف سے خفیف تر شک بھی ہے،تو یہ اس کے نزدیک دین (اسلامی سماجی نظام) کی بنیاد نہیں رہے گا۔چنانچہ قران کے الفاظ اور ان کے تسلسل اور تواتر کے متعلق مشکوک وشبہات پیدا کرنے کی سازش انتہائی ضرر رساں تھی۔

ہمیں اپنے شروع کے بیان کو حافظہ میں تازہ کرنا چاہئے کہ غیر عرب اقوام نے، جو اپنی غالب مادی برتری کے باوجود میدانِ جنگ میں عرب مسلمانوں کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکیں، اپنی جنگی حکمت عملی تبدیلی کرنے کا فیصلہ کیا اور بظاہر اسلام قبول کرلیا،لیکن حقیقت میں اپنی مذہبی تبدیلی

کو مسلمانوں کے قران کی سچائی پر ایمان کو تباہ و برباد کرنے کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا۔

اور یوں وہ ایک ایسے عقیدہ کو متعارف کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ:

دین (اسلامی سماجی نظام) نہ صرف قران کے اندر ہے بلکہ باہر بھی ہے۔

چنانچہ قران کی بنیادی تعلیمات کا پورا تصور تبدیل کرنا آسان ہو گیا۔

انہوں نے مسلمانوں کی اپنے رسولؐ سے **محبت** اور **والہانہ وابستگی** کا **ناجائز فائدہ** اٹھاتے ہوئے اس خیال کو رواج دیا کہ رسول اللہ سے **منسوب روایات** بھی نعوذ باللہ قران کے ساتھ مساوی حیثیت کی حامل ہیں، یعنی قران کی ہم پلہ ہیں۔

یہ کام کر کے، ان لوگوں نے قرانی آیات اور قران کے جمع کرنے کے طریق عمل کے بارے میں معلومات کی بنیاد روایات کو بنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے قران کے الفاظ اور ان کی ترتیب کے بارے میں **تھوک کے حساب** میں جھوٹی روایات **وضع** کر لیں۔

یہ **اندازہ** بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ محرف تورات اور انجیل **روایات** ہی ہیں اور ان کے تحریر میں آنے سے پہلے مختلف وضع قراءات سے اصل متن میں تبدیلیاں کی گئی ہوں گی۔

مگر ہم ان روایات اور ان ائمہ اور مقریوں کو کیا کریں،

جبکہ قران مجید کی **حفاظت** اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

اوران ائمہء افتراق واختلاف کی وضعی روایات کے مقابلے میں،

اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرمارہے ہیں: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ० (القيامة 75:17)

(اس قران کا جمع کرنا اور (آپ کا) اسے پڑھنا ہماری ذمہ داری ہے۔)

اوراسی بات کو یہ سب شیوخ الحدیث والقراءات بھولے ہوئے ہیں،

یا پھر اپنے اورتحریف پارٹی کے مفادات کے لیے عوام الناس کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

روایات کی صحت؟ آیئے اب غیر جانبداری سے یہ جانچیں کہ کیا ایسی قـــران مخالف روایات کو صحیح سمجھنا ممکن ہے۔

ہم پہلے متعلقہ روایات بیان کریں گے اور پھر قران مـجید کی روشنی میں جانچ پڑتال کریں گے کہ یہ روایات کتنی جھوٹی اور کس قدر سچی ہیں۔

حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی کی کتاب "کتاب المصاحف" میں جمع قران مـجید کے موضوع پر بحث کرنے والی تمام روایات یکجا کی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس نسبت سے کتاب حوالہ کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ ذیل میں نقل کی گئی روایات اسی کتاب سے لی گئی ہیں۔

الف: یہ کہ قرآن مجید حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زیر ہدایت زیدؓ بن ثابت نے جمع کیا تھا:

پہلی روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند سے زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں: جب اہل یمامہ کی بڑی تعداد شہید ہوئی تو خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ نے مجھے (یعنی زید بن ثابتؓ کو) طلب فرمایا۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ قاریوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے اور خطرہ ہے کہ قران ناپید ہوجائے گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ قران جلد جمع کیا جائے۔ میں نے کہا میں کیسے وہ کام کرسکتا ہوں، جو رسول اللہؐ نے خود ہی نہیں کیا۔ لیکن وہ دونوں اس بات پر اصرار کرتے رہے حتی کہ میں رضامند ہوگیا۔ یوں میں نے قرآنی آیات کی تلاش شروع کی، جو **کاغذ کے ٹکڑوں، پتھروں، کھجور کے خشک پتوں پر لکھی ہوئی تھیں** اور ان لوگوں کو تلاش کیا جنہوں نے قران حفظ کر رکھا تھا، حتی کہ **ایک آیت جو رسول اللہؐ اکثر تلاوت فرمایا کرتے تھے، نہ ملی اور بعد میں مل گئی**۔

دوسری روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند پر ابن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قاریوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی تو ابوبکر صدیقؓ کو قران کی گمشدگی کا خطرہ محسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ سے کہا کہ وہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر ہر اس شخص سے قران کی آیات لے کر جمع کریں جن میں سے ہر ایک ایسے دو گواہ پیش کرسکے جو ان

آیات کے اصلی ہونے کی تائید کریں۔

تیسری روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند سے عبدِ خیر سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے حضرت علی کو سنا کہ ابوبکر صدیقؓ پر اللہ تعالیٰ پر اپنا فضل و کرم فرمائے جنہوں نے قرانی آیات جمع کیں۔

ب: قران حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود جمع کیا تھا اور زید بن ثابتؓ نے صرف قران کو دوسری بار دیکھا تھا۔

چوتھی روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند سے سالمؓ اور خارجہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے قران خود کاغذوں پر جمع کیا تھا اور زید بن ثابت سے درخواست کی تھی کہ وہ قران پر نظر ڈالیں، اسے غور سے دیکھ لیں۔ زید نے انکار کر دیا مگر حضرت عمرؓ کے اصرار پہ رضامندی ظاہر کر دی۔ اس طرح جمع کیے جانے والے مقدس صحیفے حضرت ابوصدیقؓ کی وفات تک ان کے پاس رہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہے اور دوبارہ حضرت حفصہؓ (زوجہ رسول اللہ اور دختر عمر) کے قبضہ میں آ گئے جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے وہ مقدس صحیفے منگوائے لیکن حضرت حفصہؓ نے پہلے تو صحیفے دینے سے انکار کیا، لیکن بعد ازاں اس وعدہ پر کہ وہ انہیں واپس دے دیے جائیں گے، رضامند ہو گئیں۔ اس طرح حضرت عثمانؓ نے قرانی صحیفوں کو نقل کروا کر واپس کر دیے۔ یہ صحیفے

مروانؓ کے زمانہ میں منگوا کر جلائے جانے تک حضرت حفصہؓ کے پاس رہے۔

ج: جمع قران کا آغاز حضرت عمرؓ نے کیا تھا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہیں، اور جمع قران کی تکمیل خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔

پانچویں روایت: امام ابن ابی داؤد یحی بن عبد الرحمٰن بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے قران جمع کرنے کا پختہ ارادہ کر کے ان تمام لوگوں کو حکم دیا جن کے پاس قران کی آیات تھیں اور جو انہوں نے رسول اللہؐ سے لے کر جمع کی ہوئی تھیں کہ وہ انہیں ان کے پاس لائیں اور ہر آیت کے دو گواہ پیش کریں۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے کاغذ کے ٹکڑے، پتھر، چوبی تختیاں اور کھجور کے پتے جمع کیے جن پر قران لکھا ہوا تھا۔ اپنی وفات پر حضرت عمرؓ نے قران جمع کرنے کا کام ادھورا چھوڑا، جسے حضرت عثمانؓ (خلیفہ سوم) نے سنبھالا اور اپنے پیش رو کے طریق کار پر عمل کیا۔ اس عرصہ کے دوران خزیمہ ابن ثابت نے حضرت عثمانؓ کو چیلنج کیا کہ دو آیات کی تدوین نہیں کر سکے اور بالآخر یہ کام بھی بجالایا گیا۔

(د) حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران قران کے متن پر مبینہ اختلافات

چھٹی روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند پر یزید بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی مندرجہ ذیل آیت کی قراءتیں مختلف تھیں، ایک واتــمـوا الحج والعمرۃ للبیت پڑھتا تھا اور دوسرا وَاَتِمُّوْ ا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ

کو زید بن ثابتؓ کا قران مجید کے کاتب کے طور پر تعین سے اتفاق نہ تھا۔

ساتویں روایت: اپنی سند پر امام ابن ابی داؤد ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ عثمانؓ نے اپنے قرانی متن کے علاوہ تمام متن نیست و نابود کرنے کا حکم دیا۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: اے لوگو! تمہارے پاس جو قرانی متن ہیں انہیں چھپالو، کیونکہ جو شخص اُسے چھپائے گا وہ قیامت کے روز اُسے اپنے ساتھ لائے گا۔

آٹھویں روایت: امام ابن ابی داؤد عبداللہ بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ جو حضرت زید بن ثابتؓ کی بطور نقل نویس قرآن تقرری کے متعلق اختلاف رکھتے تھے، کہا: اے مومنو! مجھے قرآن مجید کے متن کی نقل نویسی کے کام سے دور رکھا جارہا ہے اور یہ ذمہ داری ایک ایسے شخص کے سپرد کی جارہی جو میرے اسلام قبول کرنے کے وقت اپنے کافر باپ کے ہاں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

قارئین کرام! صرف صحابہؓ رسولؐ سے منسوب رویہ کے اس نمونہ کو تصور میں لائیں جن کے متعلق قران کہتا ہے کہ رحماء بینھم (آپس میں بڑے مہربان اور شفیق) ہیں۔ شیوخ الاحادیث یہ بھی بھول رہے ہیں کہ اس روایت میں مرکزِ اسلام اور عبداللہ بن مسعودؓ میں جھگڑا بتایا جارہا ہے۔

نویں روایت: امام ابن ابی داؤد شہاب زہری کے ساتھ انس بن مالک انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب شامی اور عراقی مسلمان آذربیجان اور آرمینیا کی جنگ میں آپس میں

ملے،تو ان کے اپنے اپنے قرانوں کے متون کی قراءتوں میں اختلاف اٹھ کھڑے ہوئے، جن کو یہ دونوں فریق دہراتے تھے، جس کی وجہ سے ان کے درمیان لڑائی چھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حذیفہ ابن الیمانؓ نے خلیفہ عثمانؓ کو اطلاع دی کہ انہوں نے سنا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان قرانی متن کے متعلق اختلافات اٹھ کھڑے ہونے کا امکان ہے، بالکل ایسے ہی جو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان ان کی اپنی اپنی الہامی کتابوں کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ پریشان ہو گئے اور ابوبکر صدیقؓ کی زیرِ ہدایت زید بن ثابتؓ کا لکھا ہوا قران طلب کیا اور ملک کے مختلف حصوں میں نشر و اشاعت کے لیے اس کی نقلیں کروائیں۔ لیکن جب مروانؓ مدینہ کے حاکم بنے تو انہوں نے وہی قرآنی نسخہ جلانے کی غرض سے حضرت حفصہؓ سے طلب کیا تاکہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات سے بچا جا سکے۔ حضرت حفصہؓ نے یہ نسخہ دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن جلانے کا کام حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد تکمیل پذیر ہوا۔

(ھ) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قران کس طرح جمع ہوا؟

دسویں روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند سے ایوب سے اور وہ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران قران کے معلم قرانی متن پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور یہ اسی طرح شاگردوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ ان اختلافات کی وجہ سے جوانتنے بڑھے کہ مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔ حضرت عثمانؓ

نے اس طور طریقے سے خبردار کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ ایک قراءت پر متفق ہو جائیں۔ یوں ہر اٹھنے والے اختلاف پر حضرت عثمانؓ اکثر کسی نہ کسی شخص کو بلاتے جس کے متعلق انہیں یاد پڑتا تھا کہ اس نے رسول اللہؐ سے براہِ راست متنازعہ آیت لے کر جمع کی تھی۔ بعض اوقات، جب ایسا شخص کسی دور جگہ گیا ہوتا، تو حضرت عثمانؓ متنازعہ آیت کے لئے خالی جگہ چھوڑ کر اگلی پچھلی آیات لکھ لیتے، جسے اس شخص کے آنے پر پُر کر لیا جاتا تھا۔ کام مکمل ہونے پر حضرت عثمانؓ نے اپنی جمع کردہ قراءت کو چھوڑ کر باقی تمام قراءتوں کو نیست و نابود کرنے کا حکم دیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ متضاد بیانات اور قرآنی متن کے بارے یکے بعد دیگرے پیدا کیے جانے والے شکوک و شبہات پر نظر رکھیں۔

گیارہویں روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند پر مصعب ابن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اس بات پر پریشان تھے کہ لوگ رسول اللہ کی وفات کے صرف 13 سال بعد ہی قرآن مجید کے متن پر شکوک و شبہات ظاہر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو حکم دیا کہ قرآن کے متعلق جو کچھ بھی مواد ان کے پاس ہے لیکر آئیں۔ لوگ کاغذ کے ٹکڑے اور کھالیں لے کر آئے جن پر قرآن لکھا ہوا تھا۔ جب یہ ڈھیری جمع ہوئی، تو عثمانؓ کمرے میں جا بیٹھے اور لوگوں کو فرداً فرداً اندر بلانے لگے۔ ہر شخص قسم کھا کر کہتا کہ اس نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ اس نے رسول اللہؐ سے براہِ راست حاصل کر کے جمع کیا تھا۔ (جمع کرنا تو رسول کا کام تھا اس میں انقطاع کیسے) اس کام کے اختتام کے بعد، حضرت عثمانؓ نے پوچھا

ان میں کوئی بہترین ماہر کتابت ہے؟ اور کون ہے جو عربی زبان سب سے بہتر جانتا ہے؟ لوگوں نے علی الترتیب زید بن ثابتؓ اور سعید بن عاصؓ کا نام لیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ نے سعید کو حکم دیا کہ وہ املا کرائے اور زید کو حکم دیا کہ وہ لکھتا جائے۔ اس مکمل شدہ قران متن کی لوگوں میں نشر واشاعت کی گئی۔

(و) آیاتِ قران کا تسلسل حضرت عثمانؓ نے قائم کیا۔

بارہویں روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند پر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ کو توجہ دلائی اور پوچھا کہ انہوں نے سورۃ براءۃ کو سورۃ انفال کے ساتھ کیوں رکھا؟ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ ان کا خیال تھا کہ سورۃ براءۃ سورۃ انفال کا ایک حصہ ہے اور اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے رسول اللہؐ کی زندگی میں واضح نہیں کیا کہ وہ سورت انفال کا جزو نہیں۔

(ز) حضرت عثمانؓ کے جمع قران کے بعد بھی قران متن میں غلطیاں رہ گئیں

تیرہویں روایت: امام ابن ابی داؤد اپنی سند پر عبدالاعلی بن عبداللہ بن عامر قرشی سے روایت کرتے ہیں کہ قران کی کتابت مکمل ہونے پر عثمانؓ نے اپنے لوگوں کو مبارکباد دی اور فرمایا: شاباش! لیکن زباندانی سے متعلق کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، تاہم عرب خود ہی ان کی تصحیح کرلیں گے۔

چودہویں روایت: امام ابن ابی داؤد، اپنی سند پر عکرمہ طائی سے روایت کرتے ہیں کہ جب قران مجید جمع کیے جانے پر حضرت عثمانؓ کے سامنے لایا گیا تو آپؓ نے اس میں کچھ اغلاط دیکھیں اور تبصرہ کیا کہ اگر املا کرانے والا قبیلہ حنظل اور لکھنے والا قبیلہ بنو ثقیف سے ہوتا تو یہ غلطیاں واقع نہ ہوتیں۔

پندرہویں روایت: سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قران میں چار لفظ ایسے ہیں جو صحیح نہیں:

(1) الصّٰبِئُوْنَ (69:5)　(2) وَالْمُقِيْمِيْنَ (162:4)۔

(-) فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (10:63)　(4) اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ۔

سولہویں روایت: عروہ نے کہا کہ جب میں نے حضرت عائشہؓ (زوجہ رسولؐ) کو اوپر واضح کی گئی غلطیوں پر توجہ دلائی تو انہوں نے جواب دیا: بھتیجے! یہ غلطیاں ماہرین کتابت سے سرزد ہوئی ہیں۔

سترویں حدیث: زبیر بن خالد نے ایک آیت کے متعلق ابان بن عثمان سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ ماہرین کتابت نے غلطی سے لکھ دی تھی۔

اٹھارہویں روایت: خالد بن ایاص بن سخرہ ابی الجہم روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کا جمع کردہ مصحف پڑھا اور ان پر واضح کیا کہ یہ 12 مقامات پر اہلِ مدینہ

کے پاس مصاحف سے مختلف ہے۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ نے اپنے مصحف کی نقول تیار کروائیں تاکہ تقسیم کرائیں۔ لیکن اس سے بھی مقصد پورا نہ ہوسکا، کیونکہ جیسا کہ امام ابن ابی داؤد نے اپنی سند پر ذکر کیا ہے کہ وہ مصاحف جو مختلف شہروں کو بھیجنے کے لئے نقل کروائے گئے تھے ایک دوسرے سے کئی سو مقامات پر مختلف تھے۔ یہی نہیں امام ابن ابی داؤد یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ اختلافات نہ صرف رسول کریمؐ کی زندگی میں موجود تھے بلکہ اس کے بعد بھی اور یہ کہ موجودہ قران وہ ہے جس کی حجاجبن یوسف نے انجام کار تصحیح کی اور حضرت عثمانؓ کے مصحف میں 11 جگہ ترمیمات کیں۔

موضوع روایات: قارئین محترم!

مختصراً، یہ موضوع روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ قران کا موجودہ متن جو آج ہمارے پاس ہے، اسے نہ تو رسول اللہ نے مرتب وجمع کیا اور نہ ہی آپ کے صحابہؓ نے، بلکہ آخری رسولؐ کی وفات کے تقریباً ایک صدی بعد حجاج یوسف نے اس کی ترمیم واصلاح کی۔ یہ وہ دور تھا جب حدیثیں لکھی جانے لگی تھیں۔

سازش کی ضرورت: اس تمام معاملے کا فیصلہ کن نکتہ یہ ہے کہ سازش کی یہ ضرورت تھی کہ اس بات پر اصرار کیا جائے کہ قرانی متن اور روایات، جہاں تک ان کی حفاظت، انضباط اور تکمیل کا تعلق ہے، دونوں ہی ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں اور اگر روایات کا خالص

ہونا اوران کی صداقت مشتبہ ہیں تو یہی بات قرانی متن کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ یہ سازش اس بات کی بھی ضرورت مند تھی کہ جتایا جائے کہ موجودہ قرانی متن وہ نہیں جسے نبی کریمؐ نے املا کرایا تھا بلکہ وہ ہے جس کی بالآخر درستی حجاج بن یوسف کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

یہ محض ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد بغدادی (230--316ہجری) کی کتاب "کتاب المصاحف" سے لیے ہوئے اقتباسات ہیں، جس کی روایات پرست عوام اور بغداد کی حکومت بڑی عزت وتکریم کرتے تھے۔ یہ واضح ہے کہ اوپر جن روایات کے (کے ترجمے) پیش کیے گئے وہ ایک دوسرے سے کتنی مختلف اور متضاد ہیں۔

☆ یہ کہ قران زید بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلفیہ اول کے زیرِ ہدایت جمع کیا؟

☆ یہ کہ ابوبکر صدیقؓ نے قران جمع کیا زید بن ثابتؓ نے اس پر نظر ثانی کی،

☆ یہ کہ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابت دونوں کو اس کام پر مامور کیا تھا۔

☆ یہ کہ جمع قران کے کام کا آغاز خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے اس کام کو پایہٴ تکمیل تک پہنچایا،

☆ یہ کہ قران صرف حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران بدست زید بن ثابتؓ جمع ہوا؟

☆ یہ کہ قرانی آیات کا تسلسل حضرت عثمان نے مرتب کیا وغیرہ وغیرہ۔

ان روایات میں اس قدر متناقض باتیں موجود ہیں کہ محض ان کے بارے میں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اس بات کو غائب کیا گیا ہے کہ قران رسولؐ کی زندگی میں ہی جمع ہو سکتا تھا، اور ہوا۔

صحابہ کرامؓ سے منسوب متناقض روایات: یہ تمام متناقض اور وضعی روایات نبی کریمؐ کے صحابہؓ سے منسوب ہیں، جو قران کے مطابق، انتہائی راست گو لوگ تھے۔ کوئی شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ روایتیں قارئین کے اذہان میں قران کے خلاف زہر داخل کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں اور یہ کتنا شک وشبہ قران مجید کے خالص اور مکمل ہونے کے خلاف پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر ایسی روایتوں پر بھروسہ کیا جائے تو قران، تورات اور انجیل کے موجودہ متون کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور یہی ان کا مقصد ہے۔

منسوخ القران۔ قارئین کرام جب اس طرح کی متناقض روایات وضع کر لی گئیں،

اور کتابوں میں تحریر کردی گئیں،

تو کچھ عرصہ بعد مخالف تنقید سے ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ یہ تو گڑ بڑ ہوگئی ہے۔

اب ایسی احادیث سے توجہ ہٹانے کے لیے بڑے بڑے جغادری شیوخ القرآن اور شیوخ الحدیث تھیلیوں کے زور سے میدان میں اتارے گئے، جن کا کام یہ تھا کہ وہ قران مجید کی زیادہ سے زیادہ آیات کو **منسوخ** اور **متضاد** قرار دیں۔

اس کے لیے متواتر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں چنانچہ بہت سے شیوخ القرآن والحدیث نے خوب اپنی دنیا بنائی اور عاقبت خراب کی۔

آرتھر جعفری: ہمارا ایمان ہے کہ تورات اور انجیل اپنی اصل شکلوں میں نہیں جن میں وہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو وحی کی گئی تھیں۔ ان روایات کی بنیاد پر غیر مسلم متشرقین آج ہم سے کہتے ہیں کہ واضح کریں کہ قران ایک محفوظ کتاب ہے اور جس طرح نازل ہوئی تھی جوں کی توں اسی طرح ہے۔ چنانچہ ایک فاضل مستشرق آرتھر جیفری نے جمع قران کے متعلق ایسی تمام باہم مختلف اور باہم متضاد روایات اپنی کتاب Material for the history of the text of the Quran میں اکھٹا کر دی ہیں اور بالصراحت ذکر کیا ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کی کتاب ایک غیر مسلم نے مدون کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند مشہور کتاب "کتاب المصاحف" سے کمتر نہیں اور یوں اس نے ہمارے اس دعوے کو چیلنج کرنے کی کوشش کی آج جو قران ہمارے پاس ہے وہ من وعن وہی ہے جو نبی کریمؐ پر نازل کیا گیا تھا۔

قران اور فرضی حکایات: غیر عربوں کی قران مجید کے خلاف یہ سازش بیشک افسوس ناک ہے لیکن خوش قسمتی سے قران کریم خود اس پروپیگنڈے کے خلاف بطور گواہ موجود ہے اور تنہا قران اس سازش کی فرضی حکایات کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ حقیقت ہے کہ کچھ فرقہ بند ملا لی ان روایات کو اپنی مقدس ذمہ داری کے طور پر سنبھالے ہوئے ہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی روایتیں ہمارے دین کی بنیاد کا حصہ نہیں بن سکتیں، کیونکہ یہ روایتیں رسول اللہؐ نے مرکزِ اسلام کی جانب سے

بحفاظت جمع شدہ کتاب یا حفظ کی شکل میں نہیں دیں تھیں، تو مُلاّ کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ قران کا بھی یہی معاملہ ہے، روایات اور قران، جہاں تک ان کی حفاظت اور تکمیل کا تعلق ہے، ہم پلہ ہیں۔

مگر قران کریم امت کو روایات کے ذریعہ سے نہیں پہنچا بلکہ اسلام کے مرکز نے دیا ہے، جب کہ روایات کو یہ خصوصیت حاصل نہیں، اور وہ بہر حال انفرادی کاوشیں ہیں۔قران کے متن کی تاریخ کے لیے مواد (یہاں ڈاکٹر عبدالودود مرحوم کی کتاب Conspiracies agiast the Qurann سے لئے گئے اقتباسات کا ترجمہ ختم ہوا)۔

جمع قران کے بارے قران میں روشنی موجود ہے:

دوسرے نقطہء نگاہ سے قران مجید کی آیات ایسی واضح، ایسی منطقی اور اتنی توانا ہیں کہ ملاّ یا کسی اور شخص کا کوئی استدلال ان کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔

آیئے اب دیکھیں کہ زیرِ بحث موضوع (جمع قران) پر خود قران حکیم نے خود کتنی روشنی ڈالی ہے۔

(1)۔صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ: (1) آیات کریمہ(عبس 80:11تا16)

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ o فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ o فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ o

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ o بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ o كِرَامٍ بَرَرَةٍ o

(ایسا ہرگز نہ چاہیے۔ بلاشبہ یہ ایک یاددہانی ہے۔ سو جو چاہے اس (قران)
کو یاد رکھے۔ (یہ قران) باعزت صحیفوں (یعنی سورتوں) میں ہے۔ یہ (صحیفے)
بلند مرتبہ والے ہیں، (تمام ملاوٹوں سے) پاک رکھے گئے ہیں، (ماہرین کتابت
کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے ہیں) جو کریم النفس اور نیکوکار ہیں۔

(2)۔ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ o: آیت کریمہ:

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ o فَاِذَا قَرَاۡنٰـہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ o
ثُمَّ اِنّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ o (القیامۃ 75:17 تا 19)

(اس قران (کے پہلے پچھلے حصوں) کو جمع کر دینا اور اس کا پڑھ دینا ہمارے ذمہ ہے)۔
پھر بلاشبہ ہم پر اس کا بیان کرنا (وحی والی تفسیر) بھی ہمارے ذمہ ہے۔)

ان آیات سے واضح ہے کہ قران مجید نبی کریمؐ کی زندگی میں جیسے جیسے
نازل ہوتا جمع کیا جاتا تھا اور
اس کی قراءت بھی اللہ تعالیٰ کی سکھائی قراءت کے مطابق ساتھ ساتھ
مدون کی جاتی تھی۔

(3)۔نزول اور حفاظت قرآن:

آیت کریمہ: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ o

(بلاشبہ ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن) کو نازل کیا اور بلاشبہ ہم اسکی بالضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔) (الحجر 9:15)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی نگرانی میں خالی اوراق کی ایک کتاب بنائی ہوئی تھی ،اور وقتاً فوقتاً نازل ہونی والی آیات کو ان کے محل کے مطابق فوراً لکھنا لکھوانا اور حفظ کرانا جاری رکھا اور مکمل ہونے پر امت کے سپرد کیا۔تمام حروف والفاظ مرتب اور مدون صورت میں تھے۔نقاط واعراب حسبِ ضرورت نیز لگائے گئے تھے۔

(4)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا:

آیت کریمہ: وَ مَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ o (العنکبوت 48:29)

(اور اس سے پہلے تو کوئی بلند رتبہ کتاب نہ پڑھتا تھا،اور نہ اُسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا۔(اگر ایسا ہوتا تو) اس صورت میں جھٹلانے والے شک کر سکتے تھے۔)

''اس سے پہلے'' کا مفہوم یہ ہے کہ اس وحی کے آنے سے پہلے ،رسول کریمؐ ،کوئی آسمانی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے لکھتے تھے۔اگر ایسا ہوتا تو اس صورت میں جھٹلانے والے شک کر سکتے تھے۔ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

(5)۔صبح شام قران کی املا:

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا٥

(الفرقان 25:05)

(اوران لوگوں نے (یہ بھی) کہا کہ یہ (قران) پہلے لوگوں کی کہانیاں

ہیں، جواس نے لکھ لی ہیں اور صبح وشام کو اس کو املا کرائی جاتی ہیں)۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ قران مجید نازل ہونے کے ساتھ ساتھ لکھا جاتا تھا۔

(6)۔دس سورتوں کا چیلنج:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔۔

(ہود 11:13)

"یا کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (وحی) کو اپنے دل سے گھڑ لیا ہے تو کہہ (اگر یہ

بات ہے تو تم میری طرح آدمی ہو اگر میں نے اسے اپنے دل سے گھڑ لیا ہے) تو

تم اس کی مثل دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ"

گیارویں (11) سورت میں دس (10) سورتیں گھڑ کر لانے کے چیلنج سے واضح

ہے کہ **قران کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔**

(7)۔لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَo:

☆ آیت کریمہ: فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِo وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌo اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌo فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍo لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَo تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo (الواقعة56:75تا80)

(سو بات یوں نہیں) میں ستاروں کے مواقع کو گواہی میں پیش کرتا ہوں۔اور بلاشبہ،اگر تمہیں علم ہو تو یہ بڑی قسم (یا گواہی یا دلیل) ہے بلاشبہ یہ ضرور ہی بڑا نفع رساں قران ہے یہ محفوظ کتاب میں ہے۔اس کے ساتھ سوائے پاک لوگوں کے کسی کو مس نہیں ،یہ قران رب العالمین کی طرف سے اُتارا گیا ہے)۔

قران مجید کسی بھی قسم کی دستبرد سے محفوظ ہے۔کوئی خود ساختہ امام قراء ات یا اس کا راوی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔جس نے ماضی میں ایسا کرنے کی کوشش کی وہ عالم آخرت میں دردناک سزاؤں میں مبتلا ہے۔

(8)۔اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَo (العنکبوت29:49)

(بلکہ یہ آیات بینات (روشن آیات) ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو (اس کا

علم ملا ہے۔اور ظالموں کے سوائے ہماری آیات کا کوئی انکار نہیں کرتا)۔

یعنی قرآن کے حافظ شروع سے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس نے ہی قرآن اتارا ہے اور وہی اس کا محافظ ہے اس کے کلمات پر حرکات و اعراب، حروف اور نقاط کی من وعن حفاظت باری تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

(9)۔قند مکرر: آیت کریمہ:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖo اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗo
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗo ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗo (القیامۃ 16:75)

(تو اس (قران) کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت مت دے تا کہ تو اس کے ساتھ جلدی کر جائے۔اس (قران کے پہلے پچھلے حصوں) کو جمع کر دینا اور اس کا پڑھ دینا ہمارے ذمہ ہے۔سو جب ہم اُسے (مکمل بنا کے) پڑھ دیں تو اس کے پڑھنے کا اتباع کر۔ بلاشبہ اس کا بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے)۔

ان آیات کریمہ کے مطابق خالق ارض وسماوات نے قران کو جمع کرنے اور پڑھنے کی ذمہ داری لی ہے اور نبی کریم کو حکم دیا کہ وہ قران کو اس طرح پڑھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔

رہ گیا اسکی تفسیر کا معاملہ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی رکھی ہے۔جس کا مطلب ہے کہ اگر کسی روایت کی مدد سے یا اپنی کم علمی سے کوئی تفسیر کی جائے تو اس کی درستی قران کے اسی موضوع پر مختلف مقامات پر آیات کی روشنی میں ہی کی جائے گی۔

(10)۔ کتابٌ عزیزٌ:

....وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌo لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍo (حٰمٓ السجدۃ 41-42:41)

(اور تحقیق یہ (قرآن) البتہ عزت والی کتاب ہے (ایسی کتاب کہ) نہیں آتا باطل اس (کتاب) کے آگے سے نہ اس (کتاب) کے پیچھے سے (یعنی ہر لحاظ سے محفوظ ہے، کیونکہ یہ کتاب) حکمت والے تعریف کیے گئے (خدا) کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

قرآن مجید کے اس دعویٰ سے واضح ہے کہ اس کتاب میں کسی طرح کی تحریف وتصحیف اور کسی قسم کا تغیر وتبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

(11)۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: آیت کریمہ (حٰمٓ السجدۃ 3:41)

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَo

(وہ ایک عظیم کتاب ہے جس کی آیات کی تفصیل کے ساتھ توضیح کی گئی ہے، قرآن ہے عربی زبان میں اہلِ علم ودانش کے لئے۔)

یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی وعدہ کرے اور وہ پورا نہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن جمع کرنے، اس کو پڑھ دینے اور اس کی تفسیر کرنے کا وعدہ فرمایا،

چنانچہ رسول کریم قرآن کو قرآنی الفاظ، ربانی قراءت کے ساتھ لکھواتے رہے،
اور مکمل ہونے پر حفظ کے علاوہ کتابی شکل میں بھی امت کے حوالے کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب اللہ پر من وعن عمل بھی کر کے دکھا دیا۔

عربی الفاظ میں سے بعض منقوط ہیں اور بعض غیر منقوط، زبر زیر پیش وغیرہ علامات اس کا لازمی جزو ہیں ان کے غلط استعمال سے مفہوم بدل جانے کا احتمال رہتا ہے۔

اس لئے قرآن مجید کے نزول سے بہت پہلے عربی زبان کا رسم الخط اپنے قواعد کے مطابق معمول بہ تھا۔

مُلِک، مَلِک اور مَلَک (مالک، بادشاہ، فرشتہ) اگر زیر زبر پیش نہ ہوں، تو صحیح پڑھنا ازبس مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت نہ تو نقاط والے الفاظ پر نقاط تھے، نہ زیر زبر پیش، شد، مد تھا۔ ایسی باتیں کرنے والے عجمی احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔
اور جن عربوں سے شرمناک ہزیمتیں کھائیں تھیں، ان کو بیوقوف بنانے کے لیے نہایت چھچھوری حرکتوں پر اتر آئے تھے۔ اور قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث کے راوی ائمۃ القراءات وروات بنا دیے گئے۔ اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ مسلمان خصوصًا عرب ان سے بیوقوف بنتے چلے آرہے ہیں اور قرآن مجید کی جگہ صحاح ستّہ کا اتباع کیا جا رہا ہے۔
جن میں مروی کوئی بھی حدیث قرانی تصدیق کے بغیر قابل رد ہے۔

ان سب کی قرآن فہمی محل نظر ہے: اوپر پندرھویں روایت میں ایک راوی سعید بن جبیر نے قرآن حکیم میں چار الفاظ کو غلط قرار دیا ہے۔ رشد کے شیوخ القرآن نے یہ سب چھاپ کر اپنی قرآن فہمی کو محل نظر بنایا ہے اس ضمن میں ترتیب وار مثبت گزارشات حاضر ہیں:

پہلا--- وَالْمُقِيْمِيْنَ (النساء 162:4)

قارئین کرام! ہمیں افسوس ہے کہ سعید بن جبیر، واضعین حدیث اور اسے ایک غلطی کے طور پر اپنی کتابوں رسالوں میں کثرت اور تواتر سے نقل کرنے والوں، سب کی قرآن فہمی محل نظر ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے:

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ (النساء 162:4)

علی سبیل الاختصاص: گزارش ہے کہ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ، عطف تو ہے الْمُؤْمِنُوْنَ پر، لیکن یہ منصوب ہو گیا ہے۔ فصیح عربی کا یہ ایک قاعدہ ہے جسے ہمارے اہل نحو "علی سبیل الاختصاص یا علی سبیل مدح" کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ شعرائے عرب کے کلام میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ اسلوب کی اس تبدیلی کا لفظی اثر سامع کو خاص اس

لفظ پر متوجہ کر دیتا ہے۔جبکہ معنوی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محض اسلوب کی تبدیلی سے،بغیر ایک حرف کے اضافہ سے،اختصاص اور مدح وتعریف کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔یہی لفظ اپنے عام اسلوب کے مطابق وَ الْمُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوة ہوتا تو اس کے معنی صرف یہ ہوتے کہ:

"اور نماز کے قائم کرنے والے"۔ لیکن جب اسلوب بدل کر الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوة کہہ دیا تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ "اور خاص کر نماز قائم کرنے والے"۔

اس سے مقصد موصوفین کی غیر معمولی تعریف اور ان کی خصوصیت بھی واضح ہوئی،اور الصلوٰۃ کی وہ اہمیت اور عظمت بھی جو دین اسلام کے نظام میں اس کو حاصل ہے۔اس اسلوب کی ایک نہایت عمدہ مثال (البقرۃ2:177) میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے تدبر قران،مولانا امین احسن اصلاحیؒ۔

دوسرا---الصّٰبِئُوْن:(المائدۃ5:69)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِئُوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور وہ جو صابی ہیں اور وہ جو نصاری ہیں (کوئی بھی ہو) جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور صلاحیت والے کام کرے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے)

معترض صاحب کا غالباً خیال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں یہ لفظ الصٰبئین ہونا چاہیے

تھا۔ لیکن وہ عربی زبان کی لطافتوں سے پوری طرح واقف نہیں، عربی گرامر کے ماہرین کے مطابق الصٰبئون مبتداء ہے اوراس کی خبر (کذٰلک) محذوف ہے۔ یہاں الصّٰبِئُونَ محل پر عطف ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہوگیا ہے، یعنی کہا یہ گیا ہے:

ان الذین آمنو والذین ھادوا والنصاری (من آمن باللّٰہ والیوم الآ خر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) والصٰبئون کذٰلک

(بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اوروہ لوگ جو یہودی ہوئے اور نصاری جو بھی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور صلاحیت والے کام کرے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے اوراسی طرح صابی بھی۔

تیسرا...ان ھٰذٰنِ لَسٰحِران۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُم.....(طٰہٰ 63:20)

(انہوں نے کہا بلاشبہ بات یہ ہے کہ یہ دونوں جو ہیں بالضرور جادوگر ہیں۔)

یہاں ان بمعنی "ما" اور (لَ) بمعنی اِلَا ہے یعنی مفہوم یہ ہے کہ ماھذا الاساحران یہ دونوں تو ہیں ہی جادوگر یا بالضرور جادوگر ہیں۔

یہ بات فرعون اوراس کے اعیان نے جادوگروں کے اندر پیشہ ورانہ رقابت کا جذبہ بڑھانے کے لیے کہی۔ بہرحال أَن ھذان سحران یا ان ھذین لساحران، کے علاوہ مزید 6عدد واضح قراءات قرآن مجید میں نہیں ہیں۔

نمبر (4)... فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَo(المنافقون 10:63)

پوری آیت یوں ہے :

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَo

اوراس سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے (ہمارے راستے میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر وہ کہے اے میرے پروردگار کیوں تو نے مجھے تھوڑے وقت تک اور مہلت نہ دی تا کہ میں صدقہ کر لیتا اور صلاحیت والوں میں سے بن جاتا)

تدبر قرآن: جناب محترم و مکرم امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

"اس آیت میں 'اَكُنۡ' جو مضارع کی ساکن شکل ہے، کا عطف بظاہر فَاَصَّدَّقَ پر ہے جو منصوب ہے، لیکن ہمارے نزدیک اصل میں 'اَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ" شرط محذوف کا جواب ہے۔ اس کو کھول دیجیے تو مطلب یہ ہو گا کہ اگر میں صدقہ کر سکتا تو نیکو کاروں میں سے بنتا۔ فَاَصَّدَّقَ کی صورت میں چونکہ اس شرط کا قرینہ واضح تھا اس وجہ سے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔"

محترم قارئین کرام!

قران مجید اللہ کا کلام ہے۔

مندرجہ بالا گزارشات کے بعد ہم اور آپ اب ڈنکے کی چوٹ سے کہہ سکتے ہیں،

کہ قران مجید میں ان نام نہاد 4 عدد اغلاط بیان کرنے والے اگلے پچھلے سب شیوخ القرآن، شیوخ الحدیث اور راوی حضرات **سب کی قران فہمی محل نظر ہے۔**

''ہمارے دینی علوم'': علامہ حافظ محمد اسلم جیراج پوری کی کتاب ''ہمارے دینی علوم'' کے مطابق:

"**امام احمد بن حنبل** نے جن کے اوپر حدیث کی امامت منتہی ہوتی ہے،

فیصلہ کر دیا ہے کہ:

''تفسیری روایتیں تمام تر بے اصل ہیں۔''

قصص میں اسرائیلیات لائی جاتی ہیں، جو بیشتر نا قابلِ اعتبار ہیں۔

یہی حال اسباب نزول کی روایتوں کا ہے۔

قدیم مفسروں نے ان روایتوں کے سلسلۂ اسناد بھی لکھے تھے، جن سے صحیح اور غیر صحیح کی تمیز بھی ہو سکتی تھی، مگر متاخرین نے ان کو بھی حذف کر دیا اور اپنی تفسیروں میں ان روایات کو بلا اسناد کے نقل کرنے لگے، جس کے باعث عوام میں انکی حیثیت مسلمات کی سی ہو گئی اور یوں بہت سی آیتوں

کی غلط تفسیر امت میں رائج ہوگئی۔

یہی سبب ہے کہ جس قدر تفاسیر کی کثرت ہوتی گئی، اسی قدر مسلمانوں کو قرآن کی اصلی اور صحیح تعلیم سے بُعد ہوتا گیا۔"

(باب علم تفسیر۔ صفحہ 55 شائع کردہ سر سید میموریل لائبریری، باغبانپورہ، لاہور)

اب مشکل یہ ہو رہی ہے کہ تھیلیوں کے مقابلہ میں،

یہ حضرات اہلحدیث ہوتے ہوئے اپنے امامِ حدیث کی بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں،

اور تحریف بالتفسیر کرنے والوں کا زیادہ لحاظ رکھتے ہیں۔

وضعی اور مردود روایت: "انزل القرآن علی سبعة احرف" کی روایت بھی ان روایات کے زمرہ میں آتی ہے جو تمام تر بے اصل ہیں۔

اگر چہ یہ روایت صحیح البخاری میں بھی موجود ہے۔ لیکن چوں کہ یہ روایت اس مفہوم کی حامل ہے کہ قرآن سات لہجات یا قراءات پر نازل ہوا، جو ظاہر ہے مختلف المعانی ہونگی اور بہر حال اختلاف کا موجب۔ **اس لیے قرآن حکیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ راویت وضعی اور، غلط ثابت ہوتی ہے اور رد کی جاتی ہے۔**

صرف ایک کتاب: دینی امور کے لحاظ سے قرآن حکیم کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ جہاں قرآن خاموش ہے مرکز ملت نے وقت اور حالات کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدہ ایسے ہی کرتے تھے۔

دین اسلام نبی اکرمؐ کی زندگی میں مکمل ہو چکا۔

الیوم اکلمت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تمہیں پوری طرح عطا کر دی ہیں)

اس لیے رسول کریمؐ نے اپنی باتوں کو لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔

"لا تکتبوا عنی و من کتب عنی شیئا غیر القرآن فلیمحه"

(قرآن کے علاوہ میرا کوئی اور قول قلم بند نہ کرو۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کوئی قول لکھ چکا ہو تو اُسے مٹا دے) (صحیح مسلم)

ہمارے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آج بھی لاگو ہے۔

اس میں قرآن مجید کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کچھ لکھنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

اس حکم کی دو وجوہات ہیں:

پہلی یہ کہ کہیں غلطی سے احادیث قران کے متن میں شامل نہ ہو جائیں۔

دوسری یہ کہ خود رسول کریمؐ کی زندگی میں ان کے اقوال محرف ہو چکے تھے۔

جس کی بڑی وجہ تحریف پارٹی کی کارکردگی ہے،

جس کا تذکرہ خود قران مجید نے بھی کیا ہے۔

نیز آدمی کو اپنی کہی ہوئی بات تک یاد نہیں رہتی وہ دوسرے کی کیا یاد رکھ سکتا ہے۔

صحاح ستہ کی تفسیری روایات: تحریف گروپ کے زیر اثر،

ائمہ حدیث نے تفسیر بالرائے کو حرام قرار دیا ہے،

جبکہ تفسیر بالروایت کو محفوظ سمجھا ہے،

حالانکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تین کتابوں ملاحم، مغازی اور تفسیر کی کوئی اصلیت نہیں۔اسطرح صحاح ستہ کی تفسیری روایات کیسے صحیح ہو سکتی ہیں جو تفسیر بالروایت ہیں،

اور بالمعنی روایت ہوئی ہیں۔

حضرت اِبرٰہِیمؑ اور واضعین حدیث:

مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن میں ہے کہ:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا o (مریم 19:41)

حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت سچے نبی تھے، جبکہ سورہ انبیاء 21 کی آیات 62-63 کی

تفسیر میں امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ:

"ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر تین بار۔ انھوں نے کہا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ بیمار نہ تھے اور (اپنی بیوی) سارہ کو بہن بتایا۔ پھر بتوں کو خود توڑا اور جب بت پرستوں نے پوچھا تو کہا اس بڑے بت نے توڑا ہے۔

رسول اللہ کے واضح حکم کی خلاف ورزی آج بھی ہو رہی ہے:

نبی کریمؐ نے کتابت احادیث سے منع فرمادیا تھا اور
ہر مسلمان کے لیے یہ حکم آج بھی جاری ہے۔
جو چیز لکھی نہ جائے پہلے تو بگڑتی ہے اور بالآخر مٹ جاتی ہے۔
نبی کریمؐ اور صحابہؓ قران کو ایک مکمل ضابطہءحیات تصور فرماتے تھے اور اس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی قطعًا ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔

250 سال بعد، نبی کریم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روایات کی کتابوں کے انبار لگا دیے گئے جن میں سے چھ کو صحاح ستہ کا خود ساختہ سرٹیفکیٹ بھی دیدیا گیا۔ اور بخاری شریف اصح الکتاب بعد کتاب اللّٰہ ٹھہرائی گئی جس میں قران مخالف یہ روایت موجود ہے کہ انزل القرآن علی سبعۃ احرف، جبکہ اس کے راوی دوسری صدی کی پیداوار ہیں۔ ان کے نمودار ہونے سے پہلے کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ قرآن سات حروف (لہجات، قراءات) پر مشتمل ہے اور وہ صرف قرآن کی تلاوت کرتے رہے اور اسے حفظ کرتے

رہے اور اس پر دل و جان سے عمل پیرا رہے جو انہیں رسول کریمؐ سے براہِ راست ملا تھا۔

اس قران کے کسی نسخہ پر یہ عبارت موجود نہ تھی کہ وہ بروایت حفص، بروایۃ دوری یا بروایۃ قالون یا بروایۃ ورش ہے۔ حفص، دوری، قالون اور ورش تو دوسو سال بعد وجود میں آئے اور ورش کے مرتب کردہ نسخے تیرہ سو برس بعد مسلمانوں کے دور انحطاط میں پہلی مرتبہ مصر میں اور دوری کے سوڈان میں اور قالون کے تیونس میں 1981 میں شائع ہوئے (حیات رسول امی تصنیف خالد مسعود)

یہ فتنہ دوبارہ اب پاکستان میں بیدار ہوا ہے۔ اس فتنہ کے ترجمان "محدث" اور "رشد" ہیں۔ اور بصرف زر کثیر ایک کالج (کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ اور یونیورسٹی (جامعۃ لاہور اسلامیۃ) قائم کیا گیا ہے۔ "رشد" بڑے زور شور سے انزل القرآن علی سبعۃ احرف والی روایت کی وکالت کر رہا ہے۔

بالفرض قرآن حکیم سات حرفوں میں حاصل ہوا ہوتا تو ساتھ ساتھ ان حروف پر لکھا لکھوایا، حفظ کرایا اور جمع بھی کیا جاتا۔ دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل تک قرآن کے سات حروف پر نازل کیے جانے کی بات مخفی نہ رہتی، نہ رسول کریمؐ اور نہ آپ کے خلفائے راشدینؓ، نہ صحابہؓ اور تابعینؒ اس راز کو خاموشی سے چھپائے رکھتے۔ اور نہ اس حقیقت کے انکشاف کا سہرا آزاد کردہ عجمی الاصل غلاموں کے سر بندھتا۔

کوئی مسلمان اس قسم کی خیانت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔لہٰذا یہی سمجھا جائے گا کہ دوسری صدی میں ورش، دوری، قالون اور حفص نامی راویوں کا سات لہجوں یا قراءات میں قرآن کی باتیں کرنا ایک گہری سازش کا نتیجہ تھا اور کار پردازان "رشد" کی طرف سے اس سازش کا احیاء بھی ایک مذموم اور سنگین جرم ہے، جس کے مرتکبین کو مرنے کے بعد عذاب الیم میں مبتلا کیا گیا، مبتلا کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا کیونکہ مرنے کے فوراً بعد ہی قیامت کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔

یقیناً اس سازش کے پیچھے کوئی سرمایہ کار ہے یا نیو ورلڈ آرڈر کے تحت قائم شدہ کوئی ادارہ ہے۔ یا کوئی ملک ہے، جس نے تمام اسلامی ممالک کے خلاف درپردہ صلیبی جنگ شروع کر رکھی ہے۔

(تمت)

اشاریة۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ....

اس موضوع میں دلچسپی کے لیے ہم آپ کے مشکور ہیں،

اور کتاب کے بارے میں آپ کی قیمتی رائے کا ہمیں انتظار ہے۔

آپ کی صحت، سلامتی اور خوشگوار زندگی کے لیے دعا گو۔

انتظامیہ سر سید میموریل لائبریری۔ دلشاد سٹریٹ، باغبانپورہ، لاہور، پاکستان۔

sirsyedmemlib@hotmail.com +92 0321 4280241

درج ذیل کتب کم قیمت پر دستیاب ہیں۔

ہمارے دینی علوم	(حافظ محمد اسلم جیراجپوری)
☆عمرو بن العاص	(حافظ محمد اسلم جیراجپوری)
قران کا معاشی نظریہ	(رحمت اللہ طارق)
قربانی کی شرعی حیثیت	(رحمت اللہ طارق)
قتل مرتد کی شرعی حیثیت	(رحمت اللہ طارق)
زمینداری جاگیرداری اور اسلام	(رحمت اللہ طارق)
لباس اور چہرہ کیسا ہونا چاہیے؟	(رحمت اللہ طارق)
تفسیر منسوخ القران	(رحمت اللہ طارق)
تفسیر برہان القران	(رحمت اللہ طارق)
تفسیر میزان القران	(رحمت اللہ طارق)
دانشوران قران	(رحمت اللہ طارق)
انسانیت پہچان کی دہلیز پر (مقالات)	(رحمت اللہ طارق)
☆اجماع امت	(رحمت اللہ طارق)
عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام	(محمد عصمت ابوسلیم)
شَهَادَتُ الْفُرْقَانُ عَلیٰ جَمْعِ الْقُرْاٰن	(شیخ عطا اللہ وکیل گجرات)
☆معجم الادوات و الضمائر فی القران الکریم	(ڈاکٹر اسمٰعیل عمایرہ)
☆مشمولات قران عظیم	(میجر جنرل محمد نواز ملک)
☆الھدایۃ و العرفان فی تفسیر قران بالقران	(محمد ابوزید الدمنھوری)

☆اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ وَالتَّحْرِیْفُ بِالرِّوَایَاتِ وَ الْقِرَاءَ اتِ

(محمد عصمت ابوسلیم محمد سعید چودہری)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ....

انہیں بتادو---اللہ نے اپنی مخلوق کی زینت وزیبائش (اور میک اپ) کا سامان کیا ہے،

اسے حرام کہنے والے کون ہوتے ہیں؟ (مفہوم اعراف، 31)

لباس اور چہرہ

کیسا ہونا چاہیے؟

علامہ رحمت اللہ طارقؒ

سرسیدؒ میموریل لائبریری، باغبانپورہ، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

قومیت اور زبان کے موضوع پر معرکۃ الآرا کتاب

انسانیت پہچان کی دہلیز پر

مقالات

علامہ رحمت اللہ طارقؒ

مرتب

احمد کامران مگسی

ادارہ ادبیات اسلامیہ، ملتان

+92 0333 6070762,   +92 0300 4280241

بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم

علامہ رحمت اللہ طارقؒ

قرآن میں ناسخ و منسوخ آیات کے مسئلہ پر انقلاب آفرین تحقیق

امام انقلاب شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول و نظریات کی روشنی میں قرآن محکم کے سینکڑوں بیّن فیصلوں کی تفاصیل و تجزیہ جنہیں فقہاء و محدثین نے اپنے گروہی شعور کے خلاف پا کر منسوخ و مسترد قرار دے دیا تھا۔

دستیاب ھے

☆ دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کرام کیلئے خصوصی پیکج ☆

sirsyedmemlib@hotmail.com

03004280241, 03004283769

سرسیدؒ میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ○

شَهَادتُ الفُرْقَان

عَلٰی

جَمْعِ القُرْاٰن

شیخ عطاء اللہ

سر سیدؒ میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

...اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝

(تم سب) قائم کرو الصلوٰۃ اور نہ ہو جاؤ مشرکین۔ (الرّوم 31:30)

اَلصَّلٰوۃ سے زندگی کا ربط

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

سر سید ؒ میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

مِنهُم طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوا فِی الدِّین

ان میں کوئی گروہ ایسا ہو جو دانشِ دین وقرآن سے آراستہ ہو (توبہ 123:9)

اپنے موضوع پر دنیا کی پہلی اور منفرد کتاب

اس میں ہزاروں قد آور دانشوروں میں سے 390 ایسے دانشوروں کے سوانحی خاکے دیے گئے ہیں، جنہوں نے خدمت قرآن میں عمریں کھپا دیں اور حریفان وحی اذیتیں جھیل کر نام کمایا ـــــ اب کوئی یہ نہ کہہ پائے گا کہ تاریخ اسلام میں سرسیدؒ سے پہلے نہ کسی نے قرآن کی حاکمانہ برتری کا اعلان کر کے فقہ اور حدیث کی دینی حیثیت مجروح کر دی ورنہ ہی ـــــ حَسبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کی صدا بلند کر کے حدیثی مسلمات کو آغوش لحد میں سلا دیا۔

7.5 x 10 سفید (VRG) کاغذ، 280 صفحات بمع تصاویر